

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

تینتا یسواں اجلاس

# بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ مورخہ 07 ستمبر 2021ء بروز منگل بطابق 29 محرم الحرام 1443 ہجری

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	دعاۓ مغفرت۔	04
3	چیئرمینوں کے پیش کا اعلان۔	05
4	رخصت کی درخواستیں۔	05
5	مشترکہ تعزیتی رسمیتی قرارداد	07

## ایوان کے عہدیدار

اپیکر----- میر عبدالقدوس بننجو

ڈپٹی اپیکر----- سردار بابرخان موئی خیل

## ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب طاہر شاہ کاکڑ

اپیشل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہواني



## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخ 07 ربیعہ 2021ء بروز منگل بمقابلہ 29 محرم الحرام 1443 ہجری، بوقت شام 05 بجکر 30 منٹ زیر صدارت میر عبدالقدوس بزنجو، اپنیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اپنیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔  
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آ خوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسْلَتِ اللَّهِ وَيَخْشُونَهُ وَلَا يَخْشُونَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهُ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٤﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا لَا اللَّهُ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٦﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٧﴾

﴿پارہ نمبر ۲۲ سورۃ الانحزاب آیات نمبر ۳۹ تا ۴۲﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے اور ڈرتے ہیں اُس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوا اللہ کے اور اب ہے اللہ کفایت کرنے والا۔ محمد ﷺ با پ نہیں کسی کا تھا رے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہربن سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کو جانے والا۔ اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد۔ اور پاکی بولتے رہو اُس کی صحیح اور شام۔ صدق اللہ العظیم۔

**جناب اسپیکر:** جزاک اللہ۔ لسم اللہ الرَّحْمٰن الرَّحِيْم۔ جی ملک نصیر صاحب۔

**ملک نصیر احمد شاہوانی:** جناب اسپیکر صاحب! ہمارے قائد سردار عطاء اللہ مینگل صاحب گزشتہ دنوں وفات پا گئے ہیں، جو اس اسمبلی کے ممبر بھی رہے ہیں اور بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ بھی رہے ہیں۔ ان کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔

**جناب اسپیکر:** جی نصراللہ زیرے صاحب۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** جناب اسپیکر صاحب! مانگی ڈیم پر لیویز کے جو تین الہکار شہید ہوئے ان کیلئے فاتح خوانی کی جائے۔ اور چین میں میونسپل کمیٹی کے اکاؤنٹس آفیسر صاحب تھے امان اللہ خان اچکزئی صاحب، ان کو شہید کیا گیا ہے۔ وہ کنگ ٹو جوڈو کرائٹ کے بین الاقوامی اور بہت بڑے کھلاڑی تھے، ان کیلئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔

**جناب اسپیکر:** جی ملک صاحب۔

**ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف):** جناب اسپیکر صاحب! گزشتہ دن مستونگ روڈ پر جو حادثہ ہوا ہے وہاں فور سز کے لوگ شہید ہوئے ہیں ان کیلئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔

**جناب اسپیکر:** جی جی۔

**میر ظہور احمد بیلی (وزیر خزانہ):** جناب اسپیکر! کل پنجگور میں ڈھنگر دی کا ایک واقعہ ہوا ہے جس میں ایک نوجوان حلیل سخراںی شہید ہوا ہے جو کہ میرا رشتہ دار ہے، ان کیلئے بھی دعائے مغفرت کی جائے۔

**جناب اسپیکر:** جی۔ ایف سی کے جوان بھی شہید ہوئے ہیں ان کیلئے بھی دعا کی جائے۔

**سردار بابر خان موسی خیل (ڈپٹی اسپیکر):** جناب اسپیکر صاحب! سابق صوبائی وزیر مولوی امیر زمان جو کہ سابق صوبائی اور وفاقی وزیر رہ چکے ہیں وہ آج فوت ہو چکے ہیں، تو ان کیلئے بھی دعائے مغفرت کی جائے۔

**محترمہ شاہینہ کا کڑ:** جناب اسپیکر صاحب! ازرک خان اچکزئی کے چچا بھی وفات پا چکے ہیں ان کیلئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔

**جناب اسپیکر:** تمام مرحومین جو دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ان سب کیلئے دعا کی جائے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

**جناب اسپیکر:** میں قواعد و انصباط کا رکار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974 کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت

ذیل ارکین اسمبلی کو صوبائی اسمبلی کے روایں اجلاس کیلئے پہنچ آف چیئرمین کے لئے نامزد کرتا ہوں:

- ۱۔ جانب قادر علی نائل صاحب۔ ۲۔ محترمہ شاہینہ کا کڑ صاحب۔  
 ۳۔ میر یونس عزیز زہری صاحب۔ ۴۔ جانب ملکی شام علی صاحب۔

اس سے پیشتر کہ میں اسمبلی کی کارروائی کا آغاز کروں، میں اپنے اور تمام ہاؤس کی جانب سے صوبے کے پہلے وزیر اعلیٰ متاز قبائلی اور سیاسی بزرگ خصیت سردار عطاء اللہ منگل کے انتقال پر انہائی ذکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ مرحوم ایک اعلیٰ پائے کے سیاستدان تھے ان کے انتقال سے نہ صرف بلوچستان بلکہ پورا ملک ایک مدبر اور بزرگ سیاستدان سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی وفات سے ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے اور یہ خلاء صدیوں تک پر نہیں ہو سکے گا۔ انہوں نے جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کیلئے ایک طویل جدوجہد کی ہے۔ ان کی صوبے کیلئے گراں قدر خدمات ہیں۔ بلوچستان کے حقوق کیلئے پُر اخخار جدوجہد پر انہیں نہ صرف خراج عقیدت پیش کرتا ہوں بلکہ دعاء گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر و حجیل عطا فرمائے، آمین۔

**جناب اسپیکر:** سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

**جناب طاہر شاہ کا کڑ (سیکرٹری اسمبلی):** نواب محمد اسلم خان ریسانی صاحب نے کوئی سے باہر ہونے کی بنا روای اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** نواب زدہ طارق مگسی صاحب کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** سردار سرفراز چاکرڈوکی صاحب کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** سردار عبدالرحمن کھیتران صاحب کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** میر ضیاء اللہ لانگو صاحب کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے

قاصر رہیں گے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** میر محمد عارف محمد حسنی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** انجینئر زمرک خان اچکزئی صاحب فاتحہ خوانی کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** سید عزیز اللہ آغا صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** حاجی محمد نواز خان کا کثر صاحب نے بسلسلہ علاج کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** محترمہ بشری رند صاحبہ ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** محترمہ زینت شاہوانی صاحبہ نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** رخصت کی درخواستیں ختم۔

**جناب اسپیکر:** ملک سندر خان ایڈو و کیٹ، قائد حزب اختلاف، جناب ثناء بلوج اور جناب نصر اللہ زیرے، اراکین اسمبلی کی جانب سے تعزیتی قرارداد موصول ہوئی ہے لہذا ملک سندر خان ایڈو و کیٹ، قائد حزب اختلاف آپ قاعدہ نمبر 180 کے تحت اپنی مشترک تعزیتی قرارداد پیش کرنے کی بابت تحریک پیش کریں۔

بعد میں پھر اس کو مشترک کر دیں گے۔

**میر اسد اللہ بلوچ (وزیر سماجی بہبود):** میں ایک ایسی شخصیت کے لئے جو سب کے لئے قابل احترام تھا میرا خیال ہے مشترک کر دیں۔

**جناب اسپیکر:** مشترک کہ میرے خیال میں ابھی جو تمیں موصول ہوئی ہے تو اب آپ لوگ بات کریں گے اس کو پھر مشترک کر دینے۔

**وزیر سماجی بہبود:** نہیں اس کا جو قد ہے اس کی جو شان ہے چار بندے جب کر رہے ہیں باقی پُلیسکل پارٹیاں میرے خیال میں مشترک کر دیں۔

**جناب اسپیکر:** اس کو مشترک کہ پورا ہاؤس اس میں آپ لوگ جو speech دینے گے پھر اس کو مشترک کریں گے کہ تمام ایوان نے اس کی، جی اس میں اسد بلوچ صاحب کا بھی نام شامل ہے۔

**قائد حزب اختلاف:** میں قائد حزب اختلاف قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974 کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کرتا ہوں کہ ذیل تعزیتی رسمیتی قرارداد کو پیش کرنے کے لئے قاعدہ نمبر 225 کے تحت قاعدہ نمبر (2) 103 کے لوازمات کو معطل کیا جائے اور ساتھ ہی یہ تحریک بھی پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ خان مینگل مرحوم کے صوبہ بلوچستان کے لئے گراں قدر خدمات کے اعتراض میں آج کے ایجمنٹے میں شامل باقی تمام کارروائی اگلی اجلاس کے لئے مؤخر کی جائے۔

**جناب اسپیکر:** تحریک پیش ہوئی۔ آیا تحریک کو منظور کیا جائے؟

**جناب اسپیکر:** تحریک منظور ہوئی۔

**جناب اسپیکر:** لہذا ملک سکندر خان ایڈو وکیٹ صاحب! آپ مشترک کے تعزیتی رسمیتی قرارداد پیش کریں۔

**ملک سکندر خان ایڈو وکیٹ (قائد حزب اختلاف):** بہت شکریہ۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم اراکین بلوچستان اسمبلی بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ، بلوچ قوی تحریک کے عظیم رہنمای اور بلوچستان نیشنل پارٹی کے سرپرست اعلیٰ ممتاز قبائلی، سیاسی اور بزرگ شخصیت سردار عطاء اللہ خان مینگل کے انتقال پر گہرے ذکر اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحوم ایک اعلیٰ پائے کے سیاستدان تھے۔ ان کے انتقال سے نہ صرف بلوچستان بلکہ پورا ملک ایک دُوراندیش اور بزرگ سیاستدان سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی وفات ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اور یہ خلاء صدیوں تک پُر نہیں ہو سکے گی۔ مرحوم نے بلوچ قوی تحریک اور ملک کے حکوم اقوام کے قوی حقوق اور اختیارات اور ملک میں جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے لئے ایک طویل جدوجہد کی ہے۔ اور اس میں اس

جدوجہد کے دوران وہ پابند سلاسل بھی رہے۔ یہ ایوان مرحوم سردار عطاء اللہ خان مینگل کی بلوج قومی تحریک میں شاندار خدمات انجام دینے اور پشتون، بلوج، سندھی، سرائیکی مکوم اقوام کی توانا آواز اور بلوج قومی تحریک میں پُر افتخار جدو جہد بالخصوص مکوم اور مظلوم عوام کے حقوق کے لئے قربانیوں اور طویل جدو جہد پر انہیں نصرف خراج عقیدت پیش کرتا ہے بلکہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر و جیل عطا فرمائے، امین ثم امین۔

**جناب اسپیکر:** مشترکہ تحریکی تہذیبی قرارداد پیش ہوئی۔ جوار اکیان بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنا نام بھیج دیں۔

**جناب اسپیکر:** قائد حزب اختلاف آپ بحث کا آغاز کریں۔

**قائد حزب اختلاف:** بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ ہم سب جانتے ہیں اور بلوجستان میں رہنے والا ہر آدمی جانتا ہے کہ سردار عطاء اللہ خان مینگل ظلم، جبرا اور بے انصافی کے خلاف موثر آواز تھے ان کو اللہ پاک نے اچھی عمر عطا فرمائی۔ لیکن پوری عمر انہوں نے قوم کی خدمت اور رہنمائی کے ساتھ ساتھ جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے لئے جدو جہد کرتے رہے۔ اپنی پوری زندگی ظلم کے خلاف انہوں نے صرف کی۔

جناب اسپیکر صاحب! بلوجستان کے لئے سردار عطاء اللہ خان مینگل صاحب کٹھن صعوبتیں برداشت کیں، پابند سلاسل رہے لیکن ظلم کے خلاف جنگ لڑنے میں، آواز بلند کرنے میں ان کے پاؤں میں کبھی لرزش نہیں آئی۔

سردار صاحب مرحوم کے خاندان بھی ہمیشہ ظلم و جبر کے سامنے تلنے رہا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی اپنے والد کے نقش قدم کو اپناتے ہوئے بلوجستان کے حقوق کے لئے جدو جہد ہمیشہ جاری رکھی۔ ایسے عظیم لوگ روز روپیدا نہیں ہوتے۔ اور ایسے عظیم لوگوں کی خلاء مدتلوں پوری نہیں ہوتی۔ تو ایسی صورت میں سردار عطاء اللہ خان مینگل ہم سے جدا ہوئے ہیں، موت بحق ہے لیکن ہم اللہ کے دربار میں دست بے دعا ہیں کہ اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے خاندان اور لواحقین کو صبر و جیل عطا فرمائے، بہت شکریہ۔

**جناب اسپیکر:** جی شکریہ، اسد بلوج صاحب آپ بات کریں گے یا بعد میں؟ جی زیرے صاحب، ہاں چلو ملک نصیر صاحب!

sorry!

**ملک نصیر احمد شاہوی:** بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ شکریہ جناب جناب اسپیکر صاحب! آج جس ہستی کے حوالے سے یہاں جو تعزیتی ریفس پر بحث ہونے جا رہی ہے، وہ نہ صرف ہماری پارٹی کے سرپرست اعلیٰ تھے بلکہ بلوجستان میں رہنے والے تمام مکوم اقوام اور خصوصاً اس ملک کے اندر جمہوری جدو جہد کرنے والے جو مظلوم

قویں تھیں، ان کے لیے ایک بہت بڑی آواز تھے۔ سردار عطاء اللہ مینگل کی زندگی ایک جہد مسلسل کی علامت تھی۔ اُس نے اپنی ساری زندگی اصولوں کی سیاست کی جیل کی صعوبتیں برداشت کیں، طویل جلاوطنی اختیار کی اور 70ء کی دہائی میں جب ون یونٹ کے خاتمے کے بعد صوبوں کو جو نام دیا گیا، تو وہ بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ تھے، بدمقتوں سے 9 مہینے کے بعد بلوچستان میں جب نیپ کی حکومت ختم کر دی گئی تو سردار عطاء اللہ خان مینگل اور نیپ کے جو قائدین تھے ان کو حیدر آباد جیل میں بند کر دیا گیا۔ اور اُس کے ساتھ ہی خیر پختونخوا میں جو جمیعت علمائے اسلام کی حکومت تھی جہاں مولانا مفتی محمود نے استغفار دے دیا۔ اُس کے بعد بلوچستان میں ایک طویل فوج کشی ہوئی، ہزاروں لوگ اُس فوج کشی کی نظر ہو گئے۔ اور اُسی کے ساتھ ہی سردار عطاء اللہ مینگل کے سب سے بڑے فرزند اسد مینگل بھی غائب ہو گئے، اور آج تک ان مسٹنگ پرسن میں شامل ہیں جس کا آج تک کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن جناب اپنیکر صاحب! اُس کے باوجود بھی سردار صاحب نے اپنی اصولی سیاست جاری رکھی اور خصوصاً مظلوم قومیوں کے حوالے سے انہوں نے ایک بہت بڑا فرنٹ بنایا۔ جب جلاوطنی کے بعد لندن سے بلوچستان تشریف لائے تو انہوں نے سندھی، بلوج، پشتوں فرنٹ کی بنیاد رکھی اور طویل عرصے تک جو ہیں اُس کی قیادت کی اور اُس کے بعد مظلوم قومیوں کے حوالے سے جو دوسرا بڑا تھاد بنا جس کو پونم کا نام دیا گیا، اُس کی سربراہی بھی سردار عطاء اللہ مینگل کرتے رہے اور آخر میں جب وہ اپنی صحت کی وجہ سے عملی جدوجہد میں حصہ نہ لے سکے تو انہوں نے یہ قیادت محمود خان اچکزئی کے حوالے کر دی۔ جناب اپنیکر صاحب! سردار عطاء اللہ مینگل نہ صرف بلوچستان کی ایک عظیم شخصیت تھے بلکہ حکوم قوموں کے حوالے سے اس ملک میں بسنے والے سندھی، بلوج، پشتوں، سرائیکی سب کی ایک توانا آواز تھے۔ جناب اپنیکر صاحب! اس طویل جدوجہد میں سردار عطاء اللہ مینگل کا تین بار دل کا بائی پاس آپریشن بھی ہوا لیکن اس کے باوجود بھی سردار صاحب کی جو آواز تھی ان کی جو جدوجہد تھی وہ آخر دم تک حق اور سچ کی بات کرتے رہے۔ وہ میری پارٹی کے قائد بھی رہے اور آخری عمر تک سرپرست اعلیٰ بھی تھے اور گزشتہ دونوں جب کراچی میں اُن کی طبیعت خراب ہوئی تو بلوچستان نیشنل پارٹی کے تمام سینئر ساتھی ہم کراچی کے ہسپتال میں اُن کے ساتھ رہے۔ اور پھر ان کی وفات کے بعد اُن کے جنازے کے ساتھ بھی اور اُن کی تدفین میں بھی شریک رہے۔ جناب اپنیکر صاحب! راستے میں خصوصاً کراچی سے وڈھ آتے ہوئے اُس علاقے کے جونہ صرف مرد بلکہ میں نے عورتوں کو بھی دیکھا درجنوں عورتیں روڑ کے کنارے کھڑی تھیں سردار صاحب کی میت کا استقبال کرتی رہیں۔ بلوچستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ میں نے اتنی بڑی تعداد میں ان پہاڑوں سے نکلتی ہوئی عورتوں کو دیکھا تھا جو اپنے محبوب قائد کی میت کے

انتظار میں کھڑی تھیں۔ اور اُس کے بعد میرے خیال میں ایک بہت بڑی تعداد جوان کے جنازے میں شامل رہے، جس میں ہر کتبہ فکر کے لوگ شامل تھے۔ وہ میرے قائد تھے اور بلوچستان کے اُن عظیم لیدروں میں اُن کا نام اور بلوچستان کی اصولی سیاست کی جدوجہد میں اُن کا نام ہمیشہ رہے گا، انشاء اللہ انہوں نے اپنی زندگی بھرا صولوں کی سیاست کی اور کبھی مراعات کی بات نہیں کی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سردار صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ اور اعلیٰ مقام دے اور خصوصاً میرے قائد ان کے فرزند سردار اختر جان مینگل کو اور ہماری پارٹی کو اُن کے نقش قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ بہت مہربانی شکر یہ۔

**جناب اسپیکر:** جی شکر یہ میک صاحب، جی نصراللہ زیرے صاحب۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** thank you جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں اپنی پارٹی پشتونخواہ ملی عوامی پارٹی کی جانب سے اپنی پارٹی کی تمام لیڈر شپ کی جانب سے اپنے ورکروں کی جانب سے ممتاز قوم دوست وطن دوست بلوج رہنماب بلوچستان نیشنل پارٹی کے سرپرست اعلیٰ ہمارے صوبے کے سابق وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ خان مینگل کے انتقال پر اُن کے تمام خاندان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔ اُن کی پارٹی سے تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! سردار عطاء اللہ خان مینگل یقیناً اس صوبے کے اُن ممتاز شخصیات میں اُن کا شمار ہوتا ہے، جنہوں نے بہت بڑے طالم جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہا۔ انہوں نے جزل ایوب خان کے دور سے لے کر پھر اپنی سانس کے آخری لمحات تک جب وہ 92 سال کے تھے اُن کا انتقال ہوا۔ انہوں نے تمام آمر ڈکٹیٹروں کے سامنے کلمہ حق کہا۔ اور اس قسم کی شخصیات شاید ہی پاکستان کے کسی حصے میں ہوں۔ جس طرح ہمارے اس خطے نے پیدا کیے ہیں۔ خان عبدالصمد خان اچھزئی شہید جس سال یعنی 1929ء میں سردار عطاء اللہ خان مینگل پیدا ہوئے، اُسی سال میں خان عبدالصمد خان اچھزئی شہید نے اس صوبے کی پہلی سیاسی جماعت کا داغ بیل ڈالتا ہے۔ پھر اسی طرح ہمارے دوسرے اکابرین میر غوث بخش بزنجو، نواب خیر بخش مری اور نواب اکبر خان لکھنی اس پائے کے اعلیٰ سیاست داؤں نے یہاں جنم لیا ہے۔ جناب اسپیکر! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد جس طرح ایک اکثریت کے علاقے کو بکال کو اس کی اکثریت کو ختم کرنے کے لیے یہاں وَ ان یونٹ قائم کیا گیا۔ اُس وَ ان یونٹ کے خلاف ان سیاسی اکابرین سردار عطاء اللہ خان مینگل، خان عبدالصمد خان اچھزئی شہید، میر غوث بخش بزنجو اور نواب خیر بخش مری نے ملک نیشنل عوامی پارٹی بنائی۔ اور اُس ڈکٹیٹر کے خلاف جب وَ ان یونٹ مسلط ہوا اور صوبوں کی حیثیت ختم کر دی گئی، پھر ہمارے ان اکابرین کی قربانیوں کے نتیجے میں اس صوبے کا قیام عمل میں آیا اُن اکابرین کی قربانیوں کے نتیجے میں

یہاں one man one vote کا حق آیا 1970ء سے پہلے یہاں one man one vote کا حق یہاں نہیں تھا۔ یہاں اسمبلی نہیں تھی آج جب یہاں اس اسمبلی میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ کیسے لوگ آئے۔ جیسے بھی لوگ آئے ہم جیسے لوگ جو شاید ہم اس اسمبلی کے حقدار نہیں تھے اتنے بڑے بڑے visionary لوگ یہاں بیٹھتے تھے۔ اس کری جس پر آپ بیٹھے ہیں اس کی پہلی صدارت قد آ ورش خصیت خان عبدالصمد خان اچکزئی نے کی تھی، یہاں پہلا وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ خان مینگل بنے تھے۔ ان کی قربانیوں کے نتیجے میں یہاں صوبے کا قیام عمل میں آیا۔ آج جب ہمارا سیکرٹریٹ یہاں موجود ہے، جب ہماری یہاں یونیورسٹیاں موجود ہیں، جب یہاں ہماری پیور کریں ہے، یہاں سول سیکرٹریٹ میں ہمارے 20,21 گریڈ کے آفیسران ہیں۔ یہاں یہ سب کچھ نظام موجود ہے۔ یہ ان اکابرین کی قربانیوں کے نتیجے میں یہ سب کچھ مکمل ہوا ہے۔ لیکن اگر وہ اکابرین قربانی نہ دیتے وَ ان یونٹ کے خلاف تو نہ میں آج یہاں اسمبلی ممبر ہوتا نہ عبدالخالق ہزارہ ہوتا، نہ کوئی اور صاحب یہاں ممبر ہوتے۔ یہاں یہ سلیکٹڈ جرگہ ہوتا تھا جو انگریز نے بنایا تھا۔ چند سرداروں کو یہاں باقی یہاں کچھ نہیں تھا۔ جناب اسپیکر! ہمارے ان اکابرین نے خان عبدالصمد خان اچکزئی شہید نے جزل ایوب خان کے پورے دور میں انہوں نے جیل کاٹی، 14 سال قید با مشقت کاٹی ہے، وہ جزل ایوب خان کے پہلے قیدی اور سب سے آخری قیدی تھے جو نکلے تھے۔ اور ہمیں خوشی اس بات کی ہے کہ آج سردار عطاء اللہ خان مینگل کا جو بیانیہ ہے، یہ ان کی پارٹی کا بیانیہ ہے یا پشتو نخواہی عوامی پارٹی کا بیانیہ ہے یاد گیر طور دوست لوگوں کا کہ ہم نے جزل ایوب خان کی ڈکٹیٹری شپ کے خلاف جدوجہد کی ہم نے جزل ضیاء کی ڈکٹیٹری شپ کے خلاف جدوجہد کی، ہمارے اکابرین نے کارکنوں نے جیلیں کاٹی ہیں جزل مشرف کے خلاف اور یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے بہت بڑا فیصلہ دیا انہوں نے تمام جتنے بھی ڈکٹیٹری آئے تھے چاروں ڈکٹیٹریز کو ان کی حکومتوں کو ان کے مارشل لاوں کو غیر قانونی غیر آئینی قرار دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سردار عطاء اللہ خان مینگل سرخو ہو گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خان عبدالصمد خان اچکزئی شہید میر غوث بخش بزرگ باقی سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے جو تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا اس فیصلے کی وجہ سے یہ بات سامنے آگئی کہ یہ رہنمایہ اکابرین حق پر تھے اور یہ باقی لوگ انہوں نے زبردستی عوام کے حقوق چھین لی اور جب ملک میں 1970ء کے انتخابات کے بعد ایک آئین بنایا گیا۔ اگرچہ بحیثیت پشتو نخواہی عوامی آج تک ہم اس آئین کے clauses سے ہمارے اختلافات ہیں لیکن عوام کو ایک جمہور کی حکمرانی ملی، عوام کو یہ اسمبلی ملی۔ آج ہم یہ تمام اس اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ اسپیکر ہیں، کوئی وزیر اعلیٰ بننا ہوا ہے، کوئی وزیر بننے ہوئے ہیں۔ اگر

وَنِ يُونَٹ ہوتا تو ان کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان جیسے اکابرین جس طرح سردار عطاء اللہ خان مینگل نے پوری عمر ان ڈکٹیٹروں کے خلاف، بلوچ قوم کی حق حاکمیت، حق ملکیت کیلئے جو تاریخ ساز جدوجہد کی جیل کی صعوبتیں برداشت کی، غداری کے القابات ان پر لگے۔ آج وہ سرخو ہے۔ اس لئے کہ یہ تمام وطن دوست لوگ اپنے سر زمین سے وفادار ہیں۔ انہوں نے کبھی انگریز کے اصلبل میں کام نہیں کیا۔ نہ کبھی انگریز کے سامنے جھکے، نہ کبھی انہوں نے انگریز کی حکمرانی کو انہوں تسلیم کیا۔ ہمارے بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو انگریز سے لیکر آج تک ہر حکمران کے ساتھ ہو رہے ہیں ہر حکمران کے وہ بوٹ پالش کرتے ہیں ہر حکمران کیلئے وہ حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ اکابرین جس میں سردار عطاء اللہ خان مینگل شامل ہیں، خان عبدالصمد خان شہید، میر غوث بخش بزنجوار باقی ہمارے اکابرین ان اکابرین نے اس وطن سے، اس سر زمین سے وفاداری کی ہے۔ غدار تو وہ تھے جو انگریز کے ساتھ ملک انہوں نے اپنے ہی لوگوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ ہم تو وطن دوست تھے، ہم نے تو وطن سے وفاداری کی۔ ہم نے تو اپنی اس سر زمین سے وفاداری کی۔ تو یقیناً سردار عطاء اللہ خان مینگل ان اکابرین کے فہرست میں وہ سرفہرست میں ان چار پانچ بڑے بڑے اکابرین میں وہ ان کا شمار ہوتا ہے۔ میں ایک بار پھر سردار عطاء اللہ خان مینگل کو ان کے شاندار قومی، بالخصوص پونم میں انہوں نے ملکوم اقوام، پشتون، بلوچ، سندھی، سرائیکی کیلئے جدوجہد کی وہ پونم کے سربراہ رہے۔ ہم نے محمود خان اچنڈی اور سردار صاحب نے مشترکہ تمام پشتون علاقوں کا، بلوچ علاقوں کا ایک تاریخ ساز دورہ کیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ملکوم اقوام اس ملک میں مقتدر ہوں، پاریمنٹ کی بالادستی ہو، آزاد میڈیا ہو، آزاد دعیہ ہو اور عوام کے دوست کے تقدس کو پامال نہیں کیا جائے۔ وہ اس فکر کے تھے۔ لہذا اس قرارداد کی چونکہ میں خود محکم ہوں قرارداد کی تو میں سردار عطاء اللہ خان مینگل کو ایک بار پھر بزرگ بردست خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ کہ شاندار قومی خدمات پر انہوں نے پوری زندگی اپنی قوم کیلئے بالخصوص بلوچ عوام کیلئے اور بالعموم تمام ملکوم اقوام کیلئے انہوں نے جدوجہد کی، بہت بہت شکریہ۔

**جناب اسپیکر:** جی شکریہ۔ زیرے صاحب! kindly controversial focus کریں تو میرا خیال میں ہمتر ہے۔ جی شاء بلوج صاحب۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** بسم اللہ الرحمٰن الرّحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب آج بلوجستان کی تاریخ کا شاید ایک اہم دن ہے۔ جس اسمبلی میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج ہمارے پاس زبان اور وہ الفاظ نہیں ہیں کہ بیان کر سکیں کہ اس عمارت کا خالق اور وفاقی وحدت جس کو بلوجستان کہا جاتا ہے۔ اس کے خالقین میں سے ایک خالق جسے

محترم سردار عطاء اللہ خان مینگل کے نام سے جانتے ہیں آج ہمارے درمیان طبی طور بلوجستان میں ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ نظریاتی طور پر بلوجستان میں ہم سب بیٹھے ہوئے جتنے بھی ہے ہشمول آپ کے ہشمول حکومت کے اپوزیشن کے بالخصوص ہم تو ان کے سپاہی ہے۔ لیکن ان کی جدوجہد سے ان کی تکالیف سے ان کی مشکلات جنہوں نے 70 سالوں تک جدوجہد کرتے ہوئے 92 برس کی عمر میں اس دنیافہنی سے رخصت کوچ کر گئے انہوں نے جتنی جدوجہد کی اُس سے آج ہم اُس کے ثمرات سے ہم سب مستفید ہو رہے ہیں آج ایک ایسے شخص کی رحلت ہوئی ہے ایک ایسے شخص کی ہم بات کر رہے ہیں کہ وہ صرف اپنی ذات میں ایک انسان نہیں تھا اپنی ذات میں جرأت شجاعت وجہت بہادری مردانگی استقامت کا ایک بہت بڑا icon تھے۔ جس کو کہتے ہیں جناب اپسیکر ان کو تھوڑی سی اگر کہیں کہ order کریں میرے خیال میں یہ اہم ہے ہمارے لیئے۔

**جناب اپسیکر:** focus کریں اس کو۔ سلیم کھوسہ صاحب!

**جناب شناع اللہ بلوج:** اور جس نے مجلس کرنی ہے کم از کم اگر آپ اس قرارداد میں شریک ہونا چاہتے ہیں اسکو مشترکہ تو اسکو XXXXXXXX-XXXX-XXXX-آج اہم دن ہے۔

**جناب اپسیکر:** اپنا XXXXX معزز زار کیں ہیں۔ اس کو حذف کیا جائے۔ آپ مہربانی کریں اس طرف توجہ دیں۔ ہاؤس کی توجہ چاہیے۔ جی شناع بلوج صاحب! please continue!

**جناب شناع اللہ بلوج:** جناب والا! اُن کی زندگی کے صفات کو بیان کرنے کیلئے گھنٹے، دن، مہینے سال بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسی شخصیات قوموں کی تاریخ میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ قویں جب پہچانی جاتی ہیں دنیا کی تاریخ میں، وہ اپنے قدرتی وسائل کے حوالے سے نہیں پہچانے جاتے ہیں جب قوموں کی تاریخ میں اُن کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اُن کے سر بزر میدانوں کے حوالے سے تاریخ نہیں لکھی جاتی اُن کے بہتے دریاؤں کے حوالے سے قوموں کی تاریخ نہیں لکھی جاتی۔ اُن کی بلند و بالا عمارتوں کی وجہ سے وہاں کی تاریخ نہیں لکھی جاتی۔ آج اگر سکندر اعظم سے لیکر دنیا میں بڑے بڑے سیاسی زماء فتحیں، اکابرین، سیاستدان، مفکر، عالم ہیں جناب والا! قویں، دنیا اگلوں کے علاقے اور اُن کے نام سے جانی جاتی ہے۔ آج ہم بہت چھوٹے انسان ہیں۔ ہم تو اپنے چھوٹے پن کا اظہار کر لیتے ہیں، وہ نظر بھی آ جاتا ہے۔ سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی وجہت، اُن کی شجاعت کا پوری دنیا میں قدر کسی اور قوم کے کسی شخص سے جا کر پوچھ لیں۔ اُس جیسے پائے کا عالم، اُس پائے کا سیاسی مفکر، اُس پائے کا سیاسی visionary شخص شاید پاکستان کی تاریخ میں بہت کم پیدا ہوں گے۔ جب 1929ء یا

1930ء میں غالباً سردار رسول بخش مینگل کے گھر میں جب اُن کی ولادت ہوئی۔ 20 سال کی عمر میں تھے جب بحکم جناب اسپیکر غیر پارلیمانی الفاظ **xxxxxxxxxx** کا روانی سے حذف کردیشے گئے۔

انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب بلوچستان میں 1952ء کے بعد 1953ء کا مارشل لاء، ایوبی مارشل لاء بلوچستان میں بلکہ پورے پاکستان میں نافذ ہوا۔ لیکن اُس کا سب سے زیادہ نزلہ یا اُس کے سب سے زیادہ نقصانات تھے وہ بلوچستان پر پڑے۔ اکتوبر 1958ء میں قلات پر حملہ کیا گیا۔ 15 ہزار فوجیوں نے قلات کی مسجد کی بیناروں تک کو بھی رخی کر دیا۔ وہاں کے سفید ریش خان آف قلات کو گرفتار کر لیا اُن کے معصوم بچوں کے ساتھ۔ اور یہ وہ وقت تھا جب بلوچستان کو جدوجہد کی ضرورت تھی۔ یہ جدوجہد جناب والا! اپنی شخصی دستار کیلئے نہیں تھی، یہ اپنے شخصی وقار کے لئے نہیں تھی، یہ شخصی مفادات کے لئے نہیں تھی یہ وزارتیں مراغات اور مفادات کے لئے نہیں تھی۔ یہ جدوجہد قومی دستار، حیاء، عزت اور ایمان کے لئے تھی۔ سردار عطاء اللہ مینگل صاحب بھی اس جدوجہد میں شریک ہوئے۔ نواب نوروز خان کو جب پہاڑوں پر لے جایا گیا۔ بلوچستان میں جب سیاسی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس سیاسی تحریک میں جناب والا! وہ سارے وہ سب سرخیوں میں سے تھے۔ میں آپ کو صرف ایک بات بتاؤں جب میری آخری ملاقات اُن سے ہوئی، جب بھی ملاقاتیں ہوتی تھیں تو میں سوچتا تھا کہ بلوچستان کو جو living legend جس کو کہا جاتا ہے۔ بلوچستان کا ایک زندہ مورخ۔ ہمارے یہاں لکھنے، پڑھنے، سننے اور بولنے والے کم ہیں تو کبھی کبھی جب ہم ملتے تھے تو میں سمجھتا تھا کہ کیوں نہیں انہوں نے خود تو اپنی یاداشت کبھی لکھنی نہیں۔ کبھی اپنی بائیوگرافی لکھی ہے تو جو تاریخی چیزیں مواد کسی کتاب میں پڑھتا تھا تو تقدیق کے لئے جب کبھی اُن کے ساتھ بات چیت بھی ہو جاتی تھی تو وہ بہت پیار اور محبت سے کچھ چیزوں کی وضاحت کر دیتے تھے۔ اتنی تکلیف جس طرح نصیر جان نے ابھی کہا کہ وہ بلوچستان کے شاید واحد سیاست دان تھے۔ اُس وقت نیب شپ کی فائلیں نہیں تھیں لوث مار نہیں تھیں کریشن و کمیشن کی چیزیں نہیں مل سکتی تھیں۔ تو حکومتیں اور طاقتیں، امر حکمرانوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی سب سے پیاری سب سے خوبصورت چیز کو اٹھا لو شاید یہ اعصابی طور پر کمزور ہو جائیں۔ شاید یہ دل کے عارضہ میں بنتا رہے، شاید یہ بھی جہاں فانی سے گوچ کر جائیں۔ لیکن سردار عطاء اللہ مینگل اسی لئے میں کہتا ہوں کہ شجاعت واستقامت، ویسے ہی شجاعت واستقامت بلوچستان کی تاریخ میں شاید پیدا نہ ہو۔ میری آخری ملاقات 24 اگست کو جب کراپی میں زیر علاج تھے اُن کی عیادت کیلئے گیا۔ تو وہ ہمیشہ مہماں خانے میں آتے تھے ڈرائینگ روم میں نہیں آئے تو مجھے اندر ہی بلا لیا۔ میں اور میر جمل صاحب تھے، جب ہم اندر گئے تو

میں نے کہا سردار صاحب طبیعت کیسی ہے۔ آپ اندازہ کریں ہم تو سیاسی لوگ ہیں روز لوگوں کی طبیعت پوچھتے ہیں، عیادت کرنے مختلف جگہوں پر جاتے ہیں، کوئی بڑھا ہے کوئی جوان ہے کوئی کسی ہسپتال میں ہے۔ جب بھی ہم جاتے ہیں کسی سے پوچھتے ہیں کہ طبیعت کیسی ہے؟ تو کوئی کہتا ہے کہ سر میں درد ہے، پاؤں میں درد ہے۔ دل میں درد ہے، کمر میں درد ہے وہ اپنی ساری تکلیف آپ کو بیان کر دیتا ہے آپ سنتے ہیں۔ یقیناً وہ انسان ہے وہ تکلیف مشکلات سے گزر رہا ہے۔ وہ 2 ستمبر 2021ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ 24 اگست 2021ء کو ہمارے سامنے یہ بھی نہیں کہا ایک بجے کا وقت تھا دوپہر کا کہ ”جی میں مل نہیں سکتا“، ان کو ایک رات پہلے دل کا دورہ بھی پڑا تھا۔ تو میں نے دھیمے لجھ میں کہا سردار صاحب طبیعت کیسی ہے براہوی میں میں نے پوچھا اتنی تکلیف اور مشکلات کے باوجود اور 92 سال کے یہ شخص ایک بات بتا کیں بغیر میری طرف گھوم کر کے تھوڑا اسہا مسکرا یا خوش گوار مود میں، بہت ہی خوشگوار مود میں۔ مجھ سے کہتے ہیں شاء تمہیں پتا ہے انہیں بڑا شاعر تھا۔ وہ بیمار ہوا تو کوئی شخص اُس کے پاس پوچھنے گیا تو کہا ”اے انیس طبیعت کیسی ہے؟“ تو انیس نے بڑے مسکرا کر کہا

آخر ہے عمر زیست سے اب دل بھی سیر ہے

پیا نہ بھر چکا ہے چھلنے کی دیر ہے

انتا visionary آدمی کے اُس نے شعر بھی بتا دیا۔ کہ پیانہ بھر چکا ہے چھلنے کی دیر ہے۔ میرے یہ آخری دن ہیں۔ کہتا ہے شاء زندگی میں جو کرنا تھا چیزیں تمام ہوئیں۔ اب صرف پیانہ بھر چکا ہے چھلنے کی دیر ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ رات کو مجھے دل کا دورہ پڑا ہے انہوں نے نہیں کہا کہ میرے کمر میں درد ہے میرے سر میں درد ہے مجھے ہسپتال لے جاؤ۔ صرف آخری وقت میں یہ پوچھتا رہا بلوجستان کا کیا حال ہے۔ ابھی بھی روز صح اٹھ کے اخبارات پڑھتے ہیں دیکھتے ہیں۔ اور جب میں نے کہا کہ بلوجستان کے حالات سردار صاحب اچھے نہیں ہیں اپنی ہر ایک کوشش کر رہا ہے۔ سب یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بلوجستان کو خوشحال بنارہے ہیں لیکن بلوجستان وہی بلوجستان ہے۔ جو بلوجستان آپ کو 1962ء، 1972ء، 1980ء، 1990ء، 2006ء جو خونی لاشیں، جو ماتمی ہائیں۔ جو احتجاج جو سڑکوں پر، جو یہاں ماتمیں ہوتی رہتیں documents۔ سردار صاحب بلوجستان کی حالت نہیں بدی بلکہ بگڑتی جا رہی ہے۔ ان کے چہرے پر اور بھی رنجیدگی آئی۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اتنی تکلیف اور بحث و مباحثہ میں ان کو لے جائیں۔ توجہ ہم نے وہاں سے اجازت کی اُس کے بعد میری پہلی ملاقات سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کے ساتھ 1989ء میں اُس وقت میرے خیال میں فرست ایئر کا طالب علم تھا۔ جب سردار عطاء اللہ مینگل صاحب اپنی جلاوطنی ختم کر کے بلوجستان آئے۔ بہت شاندار قسم کا استقبال

بلوچستان میں پورے بلوچستان کے لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ میری پہلی ملاقات ان کے ساتھ اُدھر ہوئی۔ اور میرا آخری سفر بھی ان کے ساتھ 2 ستمبر 2021ء میں ہوا۔ جب ان کی جسدِ خاکی کو کراچی سے ڈھنے کے لئے جارہا تھا۔ اُسی طرح کی رونق تھی۔ ان دونوں ملاقاتوں میں ایک چیز میں نے دیکھی کہ سردار عطاء اللہ مینگل سے لوگوں کا جذبہ اور محبت ختم نہیں ہوئی۔ سردار عطاء اللہ مینگل سے لوگ اس لئے محبت نہیں کرتے تھے کہ وہ مینگلوں کے سردار تھے۔ ابھی بھی آپ کو سردار اور نواب کافی ملیں گے۔ سردار عطاء اللہ مینگل سے لوگ اس لئے محبت کرتے ہیں جناب والا! یا اس لیے ان کو اپنا ہمدردا اور بزرگ سمجھتے تھے کہ سردار عطاء اللہ مینگل نے اس صوبے کیلئے خواب دیکھا تھا۔ اس صوبے کی خوشحالی و خوش بختی کیلئے بہت سے سپنے بنائے تھے۔ اُس نے اُس کو نام دیا اُس نے اس کو جھونپڑی کی شکل کا ایک خوبصورت ساقلعہ۔ یہ نقشے جب ترتیب پار ہے تھے کہ جرگہ نما بحث و مباحثہ کے لئے بلوچستان کے معاملات کو سمجھنے کے لئے یہ ان کے vision کا ایک حصہ تھا، جب بنا کر کے دے دیا گیا۔ کیا ہوتا ہے جناب والا! جب 1970ء میں انتخابات ہوتے ہیں مشرقی پاکستان میں حالات خراب ہوتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی جنگ ہوتی ہے ایک سال تک انتقال اقتدار نہیں ہوتا پاکستان کا ایک بہت بڑا حصہ مشرقی پاکستان دوخت ہوتا ہے۔ اس کی نشاندہی انہوں نے 1962ء میں کی۔ 1962ء میں جب وہ صرف 33 برس کے نوجوان تھے۔ شاید ہم میں سے بہت کم کوئی ہوشاید وہ 33 برس کا ابھی نہیں ہوگا。 Youngest Parliamentarian in Pakistan نمائندے تھے، ایک نواب خیر بخش خان مری دوسرا سردار عطاء اللہ مینگل۔ تو جناب والا! انہوں نے اُس آخری تقریر میں، میں آپ سب کو اس کی کاپی بھی دے دوں گا کسی کو پڑھنے کا اگر شوق ہے بلوچستان کے ڈکھ، درد اور تکلیف کو سمجھنے کا یعنی جو visniory اور سیاسی لوگ ہوتے ہیں وہ آپ کو پیش نہیں کر کے بتا دیتے ہیں کہ یہ ملک چلنے والا ہے کہ نہیں۔ یہ ملک تکلیف اور مشکلات کا شکار ہو گا یا نہیں۔ اس ملک کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، انتظامی صورت حال کس کروٹ پر مبیٹھے گی، وہ آپ کو بتا دیتے ہیں۔ سردار عطاء اللہ مینگل کی تقریر 1962 کی احمد سلیم کی ایک کتاب ہے ”بلوچستان“۔ اُس میں اس نے document کیا ہوا ہے اس کو اس میں جو بڑے بڑے پاؤنسٹس ہیں بڑی طویل تقریر تھی اس وقت بھی انہوں نے جس شاستہ اور خوبصورت اردو میں وہ تقریر کی ہے اُس نے پاکستان کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اُس میں انہوں نے وہی باتیں کی تھیں جو آج اس اسمبلی میں ابھی تک گونج رہی ہیں لیکن کوئی سننے کے لئے بھی تیار نہیں جو آج بھی بلوچستان میں گونج رہی ہیں کوئی ان کو سمجھنے کے لئے بھی تیار نہیں انکی پہلی تقریر جس میں انہوں نے کہا میں صرف آپ کے لئے تھوڑا سا پڑھوں گا کیونکہ

انہوں نے بارہا کہا بھی تھا کہتا ہے 19 جون 1962 کو قومی اسمبلی کے بجٹ سیشن میں سردار عطاء اللہ خان مینگل کی تقریر۔ جناب والا! سردار عطاء اللہ مینگل، اپنیکر صاحب کو مخاطب ہو رہے ہیں۔ ”جناب والا! میرا تعلق بلوچستان سے ہے اور وہاں سے اس ایوان میں صرف دو ممبر ہیں ظاہر ہے کہ دو ممبر ان کا اثر یہاں کی پاریمانی سیاست پر نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ میری حیثیت ایسے گواہ کی ضرور ہے۔“ یہ الفاظ سننے اور سمجھنے کے ہیں۔“ البتہ میری حیثیت ایک ایسے گواہ کی ضرور ہے جو یہاں سے واپس جانے پر لوگوں کو کم از کم یہ بتائے گا کہ اس معزز ایوان کے اراکین نے ان کے مسائل پر کس حد تک ہمدردی کی،“ یعنی وہ اس وقت کے مغربی پاکستان میں اس وقت مغربی اور مشرقی پاکستان ایک تھے اس وقت تک بگلہ دیش کا قیام عمل میں نہیں لا یا گیا تھا لیکن اس وقت بھی جس کو اس طرح کی وان یونٹ ٹائب کی حکومتیں تھیں اس میں بھی اُس نے یہ کہا کہ ”میں جا کر کے بلوچستان کی عوام کو بتاؤں گا کہ میں نے تمہاری بات کی انہوں نے اس پر کس حد تک توجہ دی“، اُس کے بعد کہتے ہیں ”جناب والا! بلوچستان رقبے کے لحاظ سے مغربی پاکستان کے نصف کے برابر ہے۔“ یہی باتیں ہیں جو بار بار باقی ماندہ مغربی پاکستان میں ہم بار بار دوہراتے ہیں۔ اور یہ تفصیل کے ساتھ اگر میں یہ سارے پڑھ لوں جناب والا تو ایسے لگے گا جیسے سردار عطاء اللہ مینگل ابھی 2021ء میں بیٹھ کر یہ تقریر کر رہا ہے۔ وہ کیا کہتا ہے ”بلوچستان بڑا خشک سال علاقہ ہے۔ خشک سالی ہے۔ تباہی ہے۔ لوگوں کے پاس کھانے کے لئے اناج نہیں ہے۔ لوگ چھ مہینے ایک جگہ سے دوسرا جگہ ہجرت کرتے ہیں۔“ اُس نے کہا کہ ”پاکستان میں اُس وقت 1962ء میں پاکستان کے دو پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے تھے۔ ان دونوں پانچ سالہ منصوبوں میں بلوچستان شامل ہی نہیں تھا“، سردار عطاء اللہ مینگل عارضہ قلب میں اس لئے بتلا ہوا کہ بلوچستان کے غم اور پریشانیوں کو شروع دن سے ہی دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ ”جناب آپ نے دو پانچ سالہ منصوبے بنائے پاکستان میں۔ یہ پانچ سالہ منصوبے یعنی دس سالہ منصوبے میں آپ نے بلوچستان کے لئے رکھا کیا ہے؟“۔ پھر وہ بڑے عاجز انہ طور پر کہتا ہے کہ یہ آج جو بلوچستان ڈولپمنٹ اختریز کو آپ دیکھ رہے ہیں گو کہ یہ اب White Elephant بن گیا ہے کرپشن کا معمار بن گیا ہے۔ تو اُس نے کہا کہ ”آپ نے تھل ڈولپمنٹ اختری بنائی ہے، زمینیں آباد کرنے کے لئے، نہریں نکلنے کے لئے، وہاں پر ڈیز بنانے کے لئے“۔ یہ 1962ء میں سردار عطاء اللہ مینگل کہتا ہے، نہ سو شل میدیا، نہ فی وی، نہ اخبارات نہ بلوچستان کے عوام میں تعلیم کی شرح اتنی زیادہ تھی کہ سمجھ سکیں۔ وہ وہاں پر مراعات مانگ سکتا تھا۔ سردار عطاء اللہ مینگل جیسی خوبصورت انگریزی اور اردو میں حلفیہ کہتا ہوں آج بھی پاکستان کا کوئی سیاستدان بول نہیں سکتا۔ اُس قابلیت کے ساتھ وہ

شخص جو کچھ بھی مانگتا اُس کو اپنی ذات، اپنے خاندان اور ہو سکتا ہے اپنے قبیلے کے لئے بھی ملتا۔ وہ کہتا ہے ”جناب والا! بلوچستان میں لوگ بھوک سے مر رہے ہیں کہانے کو اناج نہیں ہے بھیڑ بکریاں چراتے ہیں تعلیم نہیں سکول نہیں ہیں۔ آپ تھل ڈولپمنٹ اتھارٹی کی طرز پر بلوچستان ڈیلوپمنٹ ٹائم کی بنائیں، بلوچستان کی زمینوں کو آباد کریں لوگوں کو دو وقت کی نان شیبیہ چاہے وہ بلوج یا پشتوں ہوں، ان کو دو وقت کی روٹی ملے“۔ کچھی کینال کا تصور ان کا تھا۔ جس پر آج تک 74 سال پاکستان میں انہیں ہوئے ہیں جس پر ابھی تک ٹکٹروں میں عملدرآمد نہیں ہوتا۔ یہ اُس تقریر کا حصہ یہ میں اس لئے بتانا چاہتا ہوں کہ ہم زندگی بھر کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ اس ملک نے ہم پر بڑے احسان کیئے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ سردار عطاء اللہ میں گل نے اس ملک پر بہت بڑے احسان کیئے ہیں کہ اُس نے اپنی زندگی کے ہر لمحے میں ہر فرم پر ہر جگہ پر جا کر بلوچستان کا مقدمہ لڑا اور پاکستان کی اسٹبلشمنٹ کو، بیور کر لیسی کو، سویلیں اور ملٹری اسٹبلشمنٹ کو مقدار اعلیٰ کو یہ بات بتانے کی یہ کوشش کی کہ تم بلوچستان کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرو۔ 33 برس کی عمر میں نوجوان کی اور ہزارخواہ شیں ہو سکتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ بلوچستان کے لئے بولتا رہا۔ کہ اُس نے کہا کہ ”ساحلِ بلوچستان ماہی گیری“۔ یہ کہتے ہیں تو آپ کے لئے پڑھ لوں گا۔ یہی باتیں اُس وقت کہ ”بلوچستان کی ساحل پر بہت پوینشل ہے۔ ماہی گیروں کے لئے پراسنگ یونٹ لگائیں۔ وہاں پر بوئس دے دیں۔ وہاں پران کوتربیت دیں“۔ اور انہوں نے یہ vision دے کر کہ انہوں نے اس پر مطالبہ کیا ہے کہ ”بلوچستان کے تمام کوٹل، مکران کے تمام سکولوں میں فشریز ڈیلوپمنٹ کا ایک کورس شامل کیا جائے تاکہ لوگوں کو جدید ماہی گیری کا علم حاصل کیا جائے“۔ کون کر سکتا ہے آج کے وقت میں بھی بتائیں، یمنٹ سریے کے اس دور میں؟۔ کسی نے آج تک یہ سوچا ہے یہ 1962ء میں تھا 33 برس کا ایک نوجوان اٹھ کے بلوچستان کی محبت میں یہ کچھ بھی مانگتا ہے اس نے پورے بلوچستان کی نمائندگی کی۔ پھر کہتا ہے اکتوبر 1958 میں جو بلوچستان میں فوجی آپریشن ہوا فوجی آپریشن کے بارے میں کہتا ہے، یہ وہی تقریب تھی آج بھی اگر اس تقریر کو یہاں مکمل پڑھوں مجھے کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں پڑے گی آج کے بلوچستان کا بیانیہ ہے۔ 1962ء میں انہوں نے جو یہ تقریر کی اُس میں، میں صرف آپ کے سامنے اس کی دو چیزیں یہ جو بالخصوص یہ جو اس نے کہا کہ بلوچستان میں جوزیا دیا ہو رہی ہیں۔ کہتا ہے جناب والا! اس پر بھی اتفاق نہیں کیا گیا کہ اس کے بعد گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا بلکہ ہمارے کرم فرماؤں نے سینکڑوں آدمی یہاں فوجی آپریشن کے بعد انہوں نے تقریر میں یہ ذکر کیا گرفتار کر کے ان کیمپ میں بند کر دیا جو قلعی کیمپ کے نام سے مشہور ہے یہ کمپ متواتر ایک سال تک کھلا رہا۔ اس کیمپ کی چھت ایک کارگزاریاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ

آپ کی وساطت سے ایوان کی رو برو پیش کروں 1962 میں انہوں نے یہاں کے قلی کمپ میں لوگ جس طرح کے ٹارچ جس طرح کی تکلیف اور مشکلات سے گزر رہے تھے 1962 میں ایک 33 سالہ نوجوان سردار عطاء اللہ مینگل کی شکل میں مغربی پاکستان کی اسمبلی میں کھڑا ہو کر ان کو سنا تا ہے اور منیں کرتا ہے ”کہ یہ سلسلہ بند کرو۔“ آج ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ سلسلہ بند کرو آج تک یہ سلسلے بند نہیں ہو رہے ہیں۔ وساطت سے ایوان کے رو برو، اس کمپ میں ایک کمرہ مخصوص کیا گیا تھا جو ٹارچ کمپ کے نام سے مشہور تھا۔ ملک دوست کے کہنے ہم سب یہاں پاکستانی کہنے والوں کا کہیں جب جی چاہتا ہے قیدیوں کو جوان کے رحم و کرم پر تھے ٹارچ کمپ میں لے جایا تھا وہاں پر ان کو قسم کی سزا نہیں دی جاتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جو فرانس کے فوجیوں نے الجیر یا میں دی ہوں۔ اسکی چند ایک مثالیں میں پیش کرتا ہوں ان کو الٹا لٹکا کر ان کے منہ میں پانی کی بالٹی میں ان کے منہ پانی کے بالٹی میں ڈال دیئے جاتے تھے اس وقت تک جب تک وہ بیہوش نہ ہو جاتے ان کے بالوں میں رسی ڈال کر لٹکا دیا جاتا اور ان کے نیچے آگ جلانی جاتی تھی۔ لوگوں کو بیس میں دن اور رات لگاتار کھڑا رکھا جاتا ان کے پاؤں اس قدر سو جھ جاتے کہ آخر میں یہ حالت ہو گئی کہ شلوار بغیر کاٹے ان کے بدن نے نہیں نکل سکتی تھی۔ اور بعض لوگوں کے پاؤں بلڈ پریشر کی وجہ سے پھٹ جاتے ایک آدمی ٹارچ کمپ میں جب رہا انہوں نے اپنی تقریر میں بلوچستان کا مکمل خاکہ پیش کیا۔ پھر اس کے بعد اس نے یہ بھی سامنے بات کی ”کہ جناب! مغربی پاکستان کی مقتدرہ آپ بلوچ کی حب الوطنی پر کیوں شک کرتے ہیں؟“۔ اگر وہ باغی ہوتا گو کے بعد میں 1975 کے بعد جا کے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگادی گئی سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا کہ سردار عطاء اللہ مینگل is declared a declared Rebellion. He is Declared باغی۔

Rehbar کہ جی وہ نیب میں جو ہے انہوں نے ملک کی سالمیت اور بغاوت کے خلاف بات کی۔ جب وہ 33 سال میں انہوں نے جو باتیں کیں سردار عطاء اللہ مینگل کی وہ بات نکالو وہ 33 سال کی عمر میں باغی نہیں ہوتا وہ 1972ء اور 1973ء میں حیدر آباد جیل میں اس کو ڈال دیتے اس کے بعد تو جناب والا انہوں نے کیا کہا انہوں نے یہ بات کی کہ آپ بلوچ کی حب الوطنی پر کیوں شک کرتے ہیں بلوچ کی حب الوطنی کا پاکستان کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے لگائیں اور تقریر میں اس کا ذکر ہے آپ کو یاد ہو گا کہ 1958 میں کوئی اس کے بعد میرے خیال میں ایوب خان کے دور میں ایک پاک ایران باونڈری کمیشن بنی تھی پاک ایران باونڈری کمیشن نے بلوچستان کے کچھ ”میرجاوا“ کے علاقے ایران کو دے دیئے تو بلوچستان کے عوام نے احتجاج کیا، وہاں پر ایران میں احتجاج کیا کہ خدا کو مانیں ہمیں پاکستان سے محبت ہے ہمیں پاکستان میں شامل کریں۔ اُس نے کہا

آپ اگر پاکستان سے بلوچوں کی محبت دیکھنا چاہتے ہیں تو جا کر دیکھیں کہ لوگ وہاں پر ہڑتال و احتجاج کر رہے تھے جب باڈندری کمیشن کی آپ کی establishment نے غلط فیصلہ کیا بلوچستان کے علاقے ایران کو دے دیئے۔ پھر اُس کے بعد آخر میں بھی یہی بات بار بار دہراتے ہیں، اُس نے کہا آپ ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے۔ آپ ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے۔ میں بار بار آج یہاں FC کی بات ہوتی ہے وہاں اُس وقت مکران ملیشیاء کے نام سے ایک ملیشیاء ہوا کرتی تھی۔ مکران ملیشیاء 100 فیصد بلوچ نوجوانوں پر بلوچستان کے نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ اُس وقت بلوچستان کے کچھ institutions develop similar institutions جب خان کے وقت میں جب بلوچستان پاکستان کا حصہ بناؤں institutions systematically eliminate کر دیا گیا۔ ختم کر دیا گیا، سردار عطاء اللہ مینگل نے اُس کا ذکر کیا کہ آپ مکران ملیشیاء اس لیے ختم کر رہے ہیں کہ آپ کو بلوچوں پر اعتبار نہیں ہے کیا؟۔ اگر آپ کو بلوچوں پر اعتبار ہے تو 700 افراد پر مشتمل مکران ملیشیاء کو آپ بحال رکھتے۔ آپ مکران ملیشیاء کی بجائے فرنٹنیز کو ریا کسی اور فورس کو لا کر ہمارے اوپر تعینات نہ کریں کہ اس سے لوگوں میں نفرتیں بڑھیں گی۔ 1962ء میں جس نفرت کا ذکر کیا، آج مانگی ڈیم سے لے کر پورے بلوچستان میں کسی گلی محلے میں جائیں لوگوں سے اسکے میں پوچھیں آپ کو بتائیں گے کہ بلوچستان میں لوگوں کا فورسز کے حوالے سے روایہ کیا ہے۔ یہ غلطیاں جوریاست، حکومت یا مقترن اعلیٰ کرتی رہتی ہیں، یہ نہیں ہے کہ بلوچستان کے سیاسی لوگوں میں vision نہیں تھا۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سردار عطاء اللہ مینگل ایک عام انسان نہیں تھے، وہ معاملات فہم تھے۔ ان کے پاس ادراک تھا، وہ چیزوں کو سمجھتے تھے کہ بلوچستان کی تکالیف اور مشکلات کو کس طرح ختم کیا جائے۔ آخر میں بھی وہی request کرتے ہیں کہ جناب والا بلوچستان کو بچایا جائے۔ میں جناب والا! اس میں میرے اور بھی دوست ہیں جو اس وقت بات کرنا چاہتے ہیں، میں تو چاہ رہا تھا کہ میں بالخصوص جب انہوں نے یہاں پر 1971ء میں جب ان کو یہاں پر اقتدار ملا، کوئی 9 مہینے 3 دن کی میرے خیال میں ان کو حکومت اور اقتدار ملا۔ میرے پاس پہلا بجٹ ہے، سردار عطاء اللہ مینگل کی حکومت کا۔ یہ بات ہم ہمیشہ کہتے تھے لوگ کہتے ہیں کہ 9 مہینے کے بجٹ میں صرف 10 کروڑ کے بجٹ میں انہوں نے بلوچستان کو بولان میڈیکل کالج دیا۔ انہوں نے بلوچستان کو بلوچستان یونیورسٹی دی، انہوں نے بلوچستان کو صنعتی زون دیا، 10 کروڑ کے بجٹ میں بلوچستان میں 200 اسکول، یہ پڑھ لیں، اگر کہتے ہیں میں ایجوکیشن اور ہیلتھ کا سیکٹر print کر کے لایا ہوں۔ مجھے افسوس اس بات پر ہوتا ہے، خدا کرتا کہ آج سردار عطاء اللہ مینگل پر ایک تعزیتی قرارداد ہم نہیں لاتے، آج سردار عطاء اللہ مینگل نے جو قربانیاں دی ہیں، آج

پاکستان کا پرچم سرگوں ہونا چاہیے تھا پانچ اور دس دن کے لیے۔ اُس کو state funeral کہا جائے تھا۔ اُس کو قومی اعزازات کے ساتھ جو ہے اُس کے جسدِ خاکی کو اُس کے علاقے پہنچانا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس کہ ایک پولیس والا بھی مجھے رستے میں اُس کو سلامی دیتے ہوئے نظر نہیں آیا۔ اس لیے کہ لوگ ڈر رہے تھے کہ فلاں پولیس والا بے چارہ نظر آ گیا اُس کو suspend کر دیں گے کہ آپ کیوں وہاں کھڑے ہو گئے تھے۔ جس طرح کریمہ بلوج کے حوالے سے جب اُس کی میت لاٹی جائی تھی اُس وقت یہ ہوا۔ تو یہ اُس میں دیکھیں جناب والا یک ہزار دو سو پانچ لاکھ، کوئی دس سے بارہ کروڑ روپے کی اس میں water کے حوالے سے دیکھیں، ایجوبکیشن کے حوالے سے دیکھیں، میں پھر ایجوبکیشن کا خیر پھر اگر زندگی رہی تو میں اُس پر لکھوں گا، کسی اور مجلس میں اگر خدا نے ان کو ہدایت دی۔ سردار عطاء اللہ مینگل پر اگر آپ پورا ایک ہفتہ سیشن کروائیں وہ درس ہے، یونیورسٹی ہے، حکمرانی سیکھنے کے لیے، حکمرانی کے معاملات کو سمجھنے کے لیے، بلوجستان کی خدمت کرنے کے لیے، بلوجستان کی تکلیف اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے سردار عطاء اللہ مینگل ایک یونیورسٹی ہیں۔ ان کی آٹھ، دس پُرانی تقریب بھی نکال کر دیکھ کر اسکیلے میں بیٹھ کر پڑھیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں آپ کو بلوجستان کو سمجھنے اور بلوجستان کو چلانے کے لیے کسی اور سے مشورے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جناب والا! یہ نو مہینے کی حکومت کرنے کے بعد جن تکلیف اور مشکلات سے سردار عطاء اللہ مینگل گزر رہے میں وہ بیان نہیں کروں گا۔ انہوں نے نہ حتیً الوع کوشش کی کہ وفاقی وحدتوں کو، قوموں کے حقوق ہوں، تعلیم ہو، جمہوریت ہو، آئین کی بالادستی ہو، چاہے وہ سنہی بلوج پیشون فرنٹ کا قیام تھا 1985ء میں یا پھر اُس کے بعد پونم کا قیام تھا، یا انہوں نے جب BNA بنائی، یہ سب اُسی سلسلے کی کڑی ہیں کہ وہ جمہوریت پر، دستور پر، آئین پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن آخر وقت تک سردار عطاء اللہ مینگل کو وہ محبت وہ عزت اور وہ حیثیت پاکستانی وفاق میں اور ریاست میں نہیں ملی جو ایک ریاست اور ایک ملک اپنے قبل انسان کو دیتا ہے۔ دوسری قومیں اپنے قبل انسان کو نوبل انعام دیتے ہیں، ان کے بینا بناتے ہیں ان کی درسگاہیں بناتے ہیں، ان کو یونیورسٹیوں میں آنے والی نسلوں کو جمہوریت، وفاقیت، وفاقی معاملات، ریاست، ریاستی امور اور رموز سکھانے کے لیے ان کو بات چیت کے لیے ملا تے ہیں، سردار عطاء اللہ مینگل آخری وقت میں جس طرح بلوجستان کا وہ پہلا والد تھا جو بلوجستان میں پہلے لاپتہ بیٹی کا والد سردار عطاء اللہ مینگل تھا، آج بلوجستان میں تقریباً ہزاروں کی تعداد میں لاپتہ والد، والدین، ماں، بابوں، باتوں وہ بلوجستان میں اس وقت موجود ہیں۔ لیکن آخری وقت تک کیا آپ کو پتہ ہے کہ مجھ سے کوئی پوچھ رہا سردار عطاء اللہ مینگل تو ہمارے درمیان نہیں رہے۔ لیکن آخری وقت تک کیا آپ کو پتہ ہے کہ مجھ سے کوئی پوچھ رہا

تحاکہ یہ نیا سلسلہ شروع ہوا ہے بلوچستان میں CTD نے گیارہ لوگ مار دیئے، CTD نے تیرہ لوگ مار دیئے CTD نے تین مار دیئے۔ یہ کس کے بچے ہیں؟۔ شاء دیکھنا کتم لوگ بھی اس کے شکار نہ ہوں، یہ اُس کے آخری الفاظ تھے۔ بلوچستان کے ایک مدبر ہنما 92 سال میں بستر مرگ پر بیٹھا ہوا اس پر بیٹھانی کا شکار ہے کہ اُس کے صوبے میں روز لاشیں گر رہی ہیں، اُس کے صوبے میں روز لوگ لاپتہ ہو رہے ہیں، اُس کے صوبے کی مائیں اور بہنیں اور بیٹیاں جن کی عزت و دقار کی بات، سیاست ساری زندگی سیاست کرتا رہا جن کے لیے وہ عارضہ قلب میں بنتا ہوا، آج پر لیں کلبوں کے باہر جو ہے ان کے سر پر دو پڑہ تک نہیں ہے۔ آج وہ بلوچستان جس کی تعلیم کی شرح اچھی ہونی چاہیے تھی آج اُس کے ماہی گیر جو ہیں سمندر میں ماہی گیری نہیں کر سکتے، لیکن انہوں نے اُس کے لیے processing plant اور ماہی گیروں کے لیے اچھے اچھے خواب دیکھے تھے۔ آج بلوچستان کا نوجوان بیروزگاری کے باعث خود کشی پر مجبور ہیں، یہ بلوچستان نہیں تھا جس کا سردار عطا اللہ مینگل نے خواب دیکھا تھا۔ یہ اس کے لیے جدوجہد کی۔ آج ایک سو چھاس ارب روپے دس کروڑ کا بجٹ پیش کرنے والے اسمبلی کا سردار عطا اللہ مینگل ہمیں پانچ دس یونیورسٹیاں دے گیا جس سے ہم نے سب نے تعلیم حاصل کی۔ آج 150 ارب روپے کے بجٹ میں بھی جناب والا! دس، پانچ سالوں سے خضدار کے ایک میڈی یکل کالج کا کام بند کر دیا گیا ہے، لوار الائی کے میڈی یکل کالج کا کام بند ہے، تین سال سے تعلیم کی مدد میں ایک روپیہ خرچ نہیں کیا گیا۔ میں ایک اور اہم بات جو یہاں پر کرنا چاہوں گا تاکہ تاریخ کا حصہ رہے، وہ یہ ہے کہ سردار عطا اللہ مینگل کو لوگ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ یہ سردار ہے۔ تو سردار عطا اللہ مینگل نے اسی اسمبلی میں اسی فلور پر کھڑے ہو کر 21 جون 1972ء کو ایک قرارداد سرداری نظام کے خاتمے کی پیش کی۔ اُس نے کہا کہ سرداری نظام، سردار اور قبائلی نظام کے مابین فرق پر یا ایک lecture ہے۔ یہ پوری کی پوری ایک گھنٹے کی جوانہوں نے تقریر کی ہو گئی، شائد ہماری بھی عادت یہ اُن سے آئی ہے کہ ہم بھی طویل تقریریں کرتے ہیں تو اس کے تقریباً سولہ سترہ صفحات پر مشتمل یہ تقریر اُس پر انہوں نے پاکستان کے جاہل دانشوروں کو، پاکستان کی جاہل مقندرہ کو، پاکستان کے اُن لوگوں کو جو قبائلیت اور سرداری نظام کے درمیان فرق نہیں جانتے ہیں، اُن کو سمجھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ سردار جو ہے وہ قبائلی نظام کا executive ہے اور سرداری نظام یا قبائلی نظام کو جو ہے اس بد صورت شکل میں قائم رکھنے میں انگریز کا بہت بڑا کردار ہے اور اُس کے بعد پاکستانی مقندرہ اس بد صورت سرداری نظام کو اس لیے برقرار رکھنا چاہتی ہے کہ وہ اُس کو کچھ پتھری حکمران چاہیے بلوچستان میں، اور اسی لیے سرداری نظام کو قائم رکھ رہے ہیں کہ بلوچستان کو جاہل، پسمندہ اور بلوچستان کو ترقی کی روشنی سے محروم رکھنا، اُن کو منصود ہے۔

اسی لیے سرداری نظام قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اسمبلی میں اسی طرح کوئی سرکار کی طرف سے میرے خیال میں کسی نے پوچھا سردار صاحب آپ وزیر اعلیٰ ہیں، آپ سرداری نظام کے خلاف کیوں لا رہے ہیں آپ تو بل لائیں۔ اُس نے کہا میرے بھائی بیٹھو، سرداری نظام کے خلاف میں قرارداد اس لیے لا رہا ہوں کہ سرداری نظام وہ وفاقی حکومت، کیوں کہ اُس وقت 1973ء کا جو Constitution تھا وہ fully implement ہوا تھا، یہ 1972ء کی بات ہے، تو انہوں نے کہا یہ وفاق کا subject ہے، یہ وفاق کا موضوع ہے، اس پر میں قانون سازی نہیں کر سکتا، میں بحیثیت قائد ایوان تاریخ میں مجھے بتائیں کہاں پر قائد ایوان ہو گا جس نے بلوجستان میں سرداری نظام کے خاتمے، بلوجستان کو ایک جدید، progressive, modern province اور nation بنانے کی بات کی ہو گی، وہ سردار عطاء اللہ مینگل نے 21 جون 1972ء کو کیا، اور جب سردار عطاء اللہ مینگل کو گرفتار کیا گیا اُن کی حکومت ختم کی گئی کہتا ہے یہ سارے سردار ہیں یہ سارے قبلی لوگ ہیں، یہ ترقی مخالف ہیں، اُن کے لیے ایک حساب اُس کے بعد، کیا ہوا جب انہوں نے دیکھا۔

**جناب اسپیکر:** شاء بلوج صاحب kindly بہت سارے آپ کے محترم۔۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** میں ختم کر رہا ہوں جناب والا، صرف آپ کو یہ بتاؤں کہ اُس کے بعد ایک ڈرامہ بازی 1976ء میں سردار عطاء اللہ مینگل خود resolution لاتے ہیں۔ میں نے article لکھے ہیں اس پر The Balochistan Truth و وقسطوں میں آج سے دس سال پہلے چھاپا ہے میں جب مشرف نے بلوجستان میں سرداروں کو بلوجستان ترقی مخالف کر کے نام دے کر، اُس کے جواب میں میری تفصیل کے ساتھ اس کی انگریزی میں سارے میں نے translation بھی کی تھی جو چھپ بھی چکے ہیں۔ تو جناب والا! 1976ء میں پھر جا کے ذوالفقار علی بھٹو کہتا ہے کہ ہم نے سرداری نظام کا خاتمه کیا ہے۔ وہ ایک شوشا تھا ڈرامہ تھا اگر سرداری نظام کا خاتمه آج بھی پاکستان میں کسی کو مقصود ہے آئیں بیٹھیں سردار عطاء اللہ مینگل کی یہ تقریر اور ترتیب جو ہے وہ خود انکے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! اور دوست اس پر بولیں گے، گل خان نصیر نے سردار عطاء اللہ مینگل کے بارے میں ایک بہت خوبصورت شعر کہا۔ سردار عطاء اللہ مینگل آج ہمارے درمیان نہیں ہیں اس وقت جب وہ جیل میں تھے تو اُس نے عطاء اللہ کے بارے میں کہا ”بلوچی: عطاء اللہ! اگر کٹئے کہ بائے؟“۔ سردار عطاء اللہ مینگل! تم اب جیتو گے یا ہارو گے؟۔ ”سردار عطاء اللہ! اگر کٹئے کہ بائے۔ بلوجستان عمر پچی راہنمائے“۔ تم بلوجستان کے ہی رہنما ہو۔ ”تو شرگشیتے اگر نوں دو مگال بیت شنگ آباد دیوان و صلاح یے“۔ کرم نے صحیح کہا تھا کہ انکے ساتھ

دیوان اور مجلس سے سمجھنے والے لوگ نہیں ہیں، انکے ساتھ دودو تھا ہونے چاہیے۔ یہ گل خان نصیر نے سردار عطاء اللہ مینگل کے بارے میں کہا۔ اس شعر میں وہ سب کچھ ہے کہ سردار عطاء اللہ مینگل صلح کی بھی بات کرتا تھا۔ مسلط کی بھی بات کرتا۔ مفاہمت کی بات کرتا تھا، آئین اور جمہوریت کی بالادستی کی بھی بات کرتا تھا۔ ایک کی بھی بات کرتا تھا لیکن اُسی سردار true development کی بھی بات کرتا تھا لیکن اُسی سردار عطاء اللہ مینگل کو جب جمل میں ڈال دیا۔ آج سردار عطاء اللہ مینگل ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ہمارا رہبر اور رہنمایں ہیں۔ یہ میں فخر ہے کہ ہم ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جس کا قائد اپنی استقامت کے حوالے سے پوری دنیا میں جانا جاتا ہے۔ جس کی پوری تاریخ جھکنے اور بکنے پر منحصر نہیں ہوئی وہ ہمیشہ سرکشانے لیکن وہ بھی بڑے مصالحانہ انداز میں اپنے حقوق کیلئے سرکشانے پر یقین رکھتے تھے سر جھکانے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ شکریہ جناب اپسیکر! میں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں انکو جھک کر کہ خداوندو تبارک و تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور بلوچستان کے ہر فرزند کو جن کا قرض سردار عطاء اللہ مینگل پر ہے، سردار عطاء اللہ مینگل اور بلوچستان کے دیگر سیاسی زعماء جو خالقین تھے، خان عبدالصمد خان شہید کی صورت میں، غوث بخش بزم جو کوئی صورت میں نواب خیر بخش مری کی صورت میں، نواب محمد اکبر خان بگٹھی کی صورت میں جو بھی اکابرین نے بلوچستان کی خدمات کی ہمیں انکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شکریہ جناب اپسیکر!

**جناب اپسیکر:** جی شکریہ شاء بلوج صاحب۔ قادر علی نائل صاحب۔

**جناب قادر علی نائل:** شکریہ جناب اپسیکر! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ میں اپنی جانب سے، اپنی پارٹی کی جانب سے آج جو قرارداد لائی گئی ہے، اُس کی حمایت کرتا ہوں۔ اور سردار عطاء اللہ مینگل کی رحلت پر انکے خاندان، بلوچستان نیشنل پارٹی کے کارکن اور قائدین، بلوچستان کے عوام سے تعزیت کا اظہار اور سردار عطاء اللہ مینگل کو بلوچستان اور ملک میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کی بالادستی پارلیمنٹ اور آئین کی بالادستی اور استحکام اور مظلوم اور محکوم عوام کے حقوق کی جدوجہد پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ بحیثیت ایک سیاسی کارکن یا سیاست کے طالب علم کی حیثیت سے، اس میں دورائے نہیں ہے کہ ہم نے بھی پڑھا ہے، ہم نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ یہاں پر بلوچستان میں ہمارے اکابرین نے شائستگی، وضع داری اور معاشرتی اقدار اور روایات سے جڑی ہوئی سیاست کی ہے اور اپنے آنے والی نسلوں کو سکھایا ہے کہ معاشرے میں عوام کی خدمت اور سیاست کس طرح کی جانی چاہیے۔ آج بھی یہی موقع جس طرح شاء بھائی نے اپنے آخری الفاظ میں کہا کہ جس وضع داری جس شائستگی اور جس معاشرتی اقدار اور روایت کے ہمارے اکابرین امین رہے ہیں آج ہمیں توفیق ملے سیاسی

کارکنوں کو کہ ہمیں اپنی سیاسی جماعتوں یا اپنی سیاسی مخالفت سے بالاتر ہو کر ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے اُنکا جو نقشِ قدم ہے اُنکے جور و ایات ہیں اُنکو ہم آگے لے جائیں۔ آخر میں ایک بار پھر میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سردار عطاء اللہ مینگل کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائیں اور سوگواران کو صبر و جہیل عطاء فرمائیں۔  
بہت شکریہ۔

**جناب اسپیکر:** شکریہ قادر علی نائل صاحب۔ جی خلیل جارج۔

جناب خلیل جارج بھٹو (پارلیمانی سیکرٹری اقیتی امور): شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر صاحب! جس طرح تعزیتی ریفرنس سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی اس جان فانی سے جانے پر پیش کیا گیا ہے میں اپنی طرف سے اپنے خاندان کی طرف سے اپنی کرپچن کوئی، ہندو کموئی پوری اقیتی کیونٹ کی طرف سے اُنکو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور اُنکی خدمات کو اس ہاؤس پر سراہتا ہوں جو انہوں نے بلوجستان میں خدمات سرانجام دیں، ہم اُنکو سہری حروف میں یاد رکھیں گے۔ جتنے بھی جناب اسپیکر! سردار نواب صاحب ہیں وہ اقیتوں کیلئے ایک shelter ہیں ایک سایہ دار درخت کی طرح ہیں۔ اور یقیناً ہم ایک درخت سے محروم ہو چکے ہیں کیونکہ وہ ایک معترض شخصیت تھے انہوں نے سیاست میں ایک نام کمایا ہے اور آج اُنکی کمی کو نہ صرف BNP بلکہ پوری جماعتیں محسوس کرتی ہیں کیونکہ ہم سیاسی طالب علم کی حیثیت سے یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ سیاسی اختلافات اپنی جگہ ضرور موجود ہوتے ہیں لیکن جہاں اُنکی خدمات کا تعلق ہے بلوجستان کیلئے وہ ہم بھی بھی فراموش نہیں کر سکتے میں اُنکے خاندان کے ساتھ اور اُنکی پارٹی کے ساتھ اُنکی قوم کے ساتھ دلی افسوس کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے خُداباپ سے دعا گو ہوں کہ خُدا و نبی نہیں اچھی جگہ عطا کرے اور اُنکے سوگواران جتنے بھی ہیں انہیں تسلی و شفافی اطمینان بخشے اور ہم اُنکی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ ہماری طرف سے اس condolance کو ہم وہاں بھی جا کر کریں گے اور یہاں اسمبلی میں بھی کر رہے ہیں اور جناب سردار اختر صاحب سے اس چیز کا بارہا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اُنکے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ بہت شکریہ۔

**جناب اسپیکر:** جی شکریہ۔ خلیل جارج صاحب۔ میرا سد بلوج صاحب۔

(اس مرحلہ میں جناب قادر علی نائل، جناب چیئرمین نے اجلاس کی صدارت کی)۔

**میرا سد اللہ بلوج (وزیر سماجی بہبود):** مہربانی جناب چیئرمین صاحب! تاریخ میں کبھی ایسے دن بھی آتے ہیں جس دن کو اس خطہ کے لوگ ایک درد کی حیثیت سے محسوس کرتے ہیں۔ جس دن سردار صاحب کا اللہ جنت نصیب کرے، واقعہ ہوا، بلوجستان کے ہر پہاڑ، ہر گلی، ہر میدان میں یہ آواز گونج رہی تھی۔ محسوس کر رہے تھے

ایک کمی کو ایک سایہ کو اپنے سر سے ہٹانے کی ایک حیثیت جو تھی، وہ کمی محسوس کر رہے تھے۔ جناب اپیکر صاحب! تاریخ میں قوموں کی تاریخ میں بہت سے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی اپنے پیٹ کیلئے مرتا ہے اور جدوجہد کرتا ہے کوئی محدود مقاصد کیلئے جدوجہد کرتے ہیں اور ایسے سر زمین میں ایسے لوگوں نے بھی جنم لایا جونہ صرف اپنی ذات کی خاطر ایک محدود قبیلے کی خاطر انسان کی خاطر اس خطے کے مظلوم عوام کے خاطر جہاں استھانی نظام اپنے عروج پر تھا، اُس استھانی نظام کے خاطر اُس کے خلاف انہوں نے سڑک بندیاں کیں۔ لوگوں کو جدوجہد کا سلیقہ سکھایا، ایسے پسمندہ ماحول جہاں education نہ ہونے کے براثتی وڈھ سے جنم لینے والا ایک سردار عطاء اللہ آج جو ہر گھر میں لوگ اس کو محسوس کر رہے ہیں یہ اُس کی سوچ اُس کی فکر کو ہم محدود کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ سردار عطاء اللہ صرف BNP (مینگل) کا leader تھا۔ یہ اُس کی قد اور شان کے خلاف ہے۔ سردار عطاء اللہ پورے بلوج قوم اس خطے میں مظلوم لاچار قوموں کا leader تھا اُس کی سوچ اُسکی فکر، جس کی سوچ اور جس کی فکراتی وسیع ہو تو اُس سوچ کو ہم محدود نہیں کر سکتے۔ سردار عطاء اللہ پشتوں کی بھی آواز تھے، سندھیوں کی آواز تھے، مظلوم پنجابیوں کی آواز تھے، سراینکی کی آواز تھے، سیلوروں کی آواز تھے، ہزارہ کی آواز تھے۔ اس کھنڈن دور میں اس جدوجہد حقوق کے لیے جو جبل کی صحبتیں انہوں نے جھیلیں۔ مختلف ادوار میں تکلیف ہوئی لیکن انہوں نے کبھی اپنے اصولوں پر سوادا بازی نہیں کی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ بلوچستان کے عوام کو اب بھی ضرورت ہے کہ اُس کے نقش ندم پر چلیں۔ بلوچستان میں اب بھی پسمندگی اپنی جگہ موجود ہے، استھانی نظام اپنی جگہ موجود ہے، فرسودہ قبائلی نظام اپنی جگہ موجود ہے۔ اس فرسودہ نظام کے خلاف جو جدوجہد کی گئی تھی اس کو ختم کرنے کے لیے اس لیے ضرورت ہے کہ بلوچستان میں اس وقت one agenda کے طور پر جو بلوچستان کے غصب شدہ حقوق میں اُن کو حاصل کرنے کے لیے جو سردار عطاء اللہ کا سوچ تھا جیسے ساتھیوں نے کہا کہ شہید صدیخان اچکزئی، نواب خیر بخش مری، نواب بلکٹی یہ جتنے قد آور شخصیت تھے اُنکے ذاتی مقاصد نہیں تھے۔ اُن کی ایک منزل تھی ایک مقصد تھا اُس منزل اور مقصد کو پانے کی خاطر انہوں نے ہمیں راستہ دکھایا۔ جناب اپیکر صاحب! کچھ لوگ اپنی زندگی میں اپنی منزل حاصل نہیں کر سکتے۔ جدوجہد بڑے پیمانے پر کریں گے اُن کی بڑی پیمانے پر قربانیاں بھی ہوتی ہیں لیکن وہ جو منزل ہے وہ اُس کو حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن آنے والی نسل کے لیے وہ مشعل راہ ضرور بن سکتے ہیں۔ سردار عطاء اللہ کا سب سے بڑا اظہار عقیدت وہ ہو گا جو ہم اُس کی نظریہ و فکر اور جو حصول ہے اُس پر کار بند ہوں۔ آج کا دن ہمیں یہی سبق سکھاتا ہے۔ اس چھت کے نیچے جو انہوں نے design کیا تھا بلوج کلپر کا گدان کا ایک تصور انہوں نے دیا تھا۔ یہاں کے

چرواحوں کے لیے اُن کی سوچ تھی، یہاں کی مزدور کے لیے اُن کی سوچ تھی، یہاں کی تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے اُن کی سوچ تھی۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ آج بلوجستان میں اگر بڑے ہمارے لیڈر آخری تو سردار عطاء اللہ، ہی ایک تھا۔ اس سے پہلے نواب خیر بخش، اس سے پہلے میر غوث بخش بن جو، گل خان نصیر تو ایسے لوگ دنیا میں آتے ہیں مختصر وقت میں، وہ تو چلے جاتے ہیں۔ سماں سالہ سیاسی جدوجہد سردار عطاء اللہ کا بلوجستان کے ہر نوجوان کے لیے ایک سبق ہے۔ ہم یونیورسٹی کی بات کرتے ہیں یونیورسٹی ایک سوچ تھی، ہم بولان میڈیکل کی بات کرتے ہیں وہ ایک سوچ تھی ایک فکر تھا۔ اسی فکر کو نہ صرف ہم ایک دو districts تک محدود کریں۔ بلکہ آج education بلوجستان کے ہر district میں، ہر غریب ہر لاجار کی ضرورت ہے اور وہ ہم پورا نہیں کر سکے۔ یہاں تو جب ایک سچائی اور حقیقت کی طور پر کوئی بھی شخصیت start لے تو اُس کو غداری کے نام سے نوازا جاتا ہے۔ ٹھیک ہے آج اُن لوگوں کو خوشی ہونی چاہیے جو بار بار یہی کہتے تھے کہ یہ غدار ہے۔ اُن کی list میں تو ایک غدار چلا گیا۔ لیکن بلوجستان کے ہر ایک لوگوں کے دل، دماغ اور شعور میں بلوجستان کا ایک دردخوار چلا گیا، اس میں فرق ہے۔ اس لیے تاریخ سے سبق حاصل کرنی چاہیے۔ تاریخ ہمیں یہ بتا دیتی ہے کہ جو سچ لیڈر ہوتے ہیں جن کے تلخ تجربات ہوتے ہیں لیکن آنے والی نسلوں کے لیے وہ ایک مشتعل راہ ہوتی ہے۔ اُس راہ کو کم سے کم بدینیت کے تحت نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں جو بھی آج کل ہم بھی بیٹھے ہوئے ہیں، age کے لحاظ سے یہاں بہت سے ساتھی ابھی ہیں جو 50 سے بھی اور پر ہیں ہمیں بھی جانا ہے۔

(خاموشی۔ مغرب کی اذان)

**جناب چیئرمین:** جی میرا سد بلوج صاحب۔

**وزیر سماجی بہبود:** تاریخ میں جناب چیئرمین ہم نے یہی دیکھا ہے لوگ دنیا سے فوت ہو کے چلے جاتے ہیں کوئی شہادت لے کر چلا جاتا ہے کوئی طبعی موت لے کے چلے جاتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کا ایک قومی وسیع نظریاتی فکری سوچ ہوتا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ایک کے بعد ایک اٹھ کر اس flag کو اس سوچ کو، ایک نظریہ کو لے کر آگے بڑھتے ہیں کبھی احمد نواز کی شکل میں کبھی فتحیر محمد کی شکل میں، کہیں روٹ کی شکل میں، کہیں اختر کی شکل میں لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ اس ملک میں قومیتوں کا جو بنیادی سوال ہے وہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے۔ یہی سوال شروع سے لے کر آج تک اس پر لوگ لڑتے رہے ہیں۔ یہ سوال 74 سال کے بعد بھی آج تک حل نہیں ہوا ہے۔ اقتدار کے مالکوں نے، یہاں کے حکمرانوں نے وہ صلاحیت پیدا نہیں کی جو اس سوال کو حل کریں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا 74 سال بعد سب لوگ ایک پاکستانی ہو کر کے اُنہر نے کی کوشش کریں۔ لیکن آج بھی سنہ ۲۰۲۱

سندھی ہے، بلوچ، بلوچ ہے، پشتون، پشتون ہے اور پنجابی، پنجابی ہے۔ اس لیے کہ یہ نا برابری، استھانی جو system تھا اُس کو مزید ایک مشین کی طرح ایک چلکی کی طرح وہ چلاتے رہے ہیں۔ اور اب تک وہی چلکی کے ساتھ وہ لگے ہوئے ہیں اُس کو چلانا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ابھی بس کرو اسے۔ تاریخ بدلتے ہوئے حالات، افغانستان کے حالات بین الاقوامی حالات آج یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ جو قویں زندہ رہنا چاہتی ہیں ان میں first unity انتہائی ضروری ہے۔ ابھی مزید لوگوں کو استھانی نظام، نا برابری، نا انصافی محرومیوں کا سمندر بنانے کے آپ اُن کو اپنے ساتھ ملائیں سکتے ہیں۔ اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ کسی کو غدار کا لقب نہ دیں۔ اُس کی سوچ کو جانچیں پڑھیں کہ آنے والے وقت میں یہ سوچ اس ملک کے لیے اس سرزین کے لیے اس boundary کے لیے کتنی اہم ہے۔ لوگ اپنے بزرگوں سے، دانشوروں سے، ادیبوں سے ساستدانوں سے سیکھتے ہیں۔ اس لیے think tanks مختلف ملکوں میں بنائے جاتے ہیں۔ اُن کی آراء، اُن کا فلسفہ اُن کی سوچ سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اپنی معاشری، معاشرتی، سیاسی نظام کو تشكیل دینے کے لیے یہ بہتر سے بہتر عمل کو لیکر آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن یہاں کیا ہوا کہ قوموں کے وسائل پر قبضہ کرنا، نوآبادیاتی طرز حکمرانی چلانا۔ یہ عمل federation کے صحت کے لیے اچھا نہیں ہے۔ ایک صحت مند federation کا تصور اپنا کے آگے بڑھیں۔ یہی اس ملک کے مستقبل کا راز ہے۔ ہم اپنے ہر چیز کو نیشنل level پر دیکھیں۔ ہمارے ہر ادارے کو نیشنل کا label لگانا چاہئے۔ محدود مقاصد کے لیے ایک مخصوص گروہ کو protect کرنے کے لیے نہیں ہونا چاہئے۔ آج اگر بلوچستان کے دور دراز علاقوں میں لوگ کہتے ہیں کہ ہم پانی کے لیے ترس رہے ہیں۔ یہ ذمہ داری بیشک میں floor پر بول رہا ہوں، میری ذمہ داری ہے۔ لیکن وسائل کی جو تقسیم ہے اگر وہ غیر منصفانہ ہو، تو یہاں توزانہ سردار عطاء اللہ جیسے لوگ پیدا ہوں گے اور اپنی آواز بلند کرتے رہیں گے۔ اس آواز کو آپ بندوق کے نوک سے دبائیں سکتے۔ افغانستان میں کتنے بندوق چلے امریکہ نے کتنے بندوق چلانے امریکہ نے کتنے اپنے drone tank اپنے کے ذریعے کتنے حملے کئے۔ آخر کار افغانستان میں وہی لوگ رہے جن کے آباؤ و اجداد وہاں زندگی گزر رہے ہیں۔ چاہے اُن کو طالبان کا نام دی دیں پشتون کا نام دی دیں وہاں کی سرزین کے عام لوگوں کا نام دی دیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج سردار عطاء اللہ کا ایک نام ایک شخصیت اس لیے بنا، ہر بندہ اُس کے لیے اس لیے بول رہا ہے۔ یہاں سردار عطاء اللہ کے age کے لوگ توزانہ مر رہے ہیں بلوچستان میں۔ 92 سال کے 80 سال کے لوگ توزانہ دفن ہو رہے ہیں۔ ہر قبرستان میں کل بھی مرے ہیں کل مریں گے پرسوں

مریں گے دو مہینے پہلے مریں گے۔ لیکن سردار عطاء اللہ کی فوتگی گوک طبعی اُس کی فوتگی موت تھی۔ لیکن ہر گھر کو پریشان غمزدہ کیوں کیا؟۔ کیونکہ سردار عطاء اللہ کا سوچ صرف وڈھ کے چند گھروں کے لیے نہیں تھا۔ پورے بلوچستان بلوچستان کے عوام اور ساتھ پاکستان کے تمام مظلوم اقوام کے جو اس وقت استھصال کے زد میں ہیں اور اُس زمانے میں بھی تھے، ان کی آواز بن کے کبھی اسلام آباد میں بولتے رہے، کبھی باہر ملک میں بولتے رہے، کبھی بلوچستان کے پہاڑوں میں بولتے رہے، کبھی میدانوں میں بولتے رہے۔ لیکن اُس کی آواز استھصال کے خلاف نا انصافی کے خلاف اور ایک سچ اور ایک بہتر رائے تھی اُس ملک کے حکمرانوں کے لیے۔ لیکن جب اس رائے کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو اُس کے نقصانات اُس ملک کے پورا مجموعی طور پر جوڑھانچہ ہے جو اُس کی صحت ہے اُس پر پڑے گی۔ یہ ملک ہم سب کا ہے۔ اگر ہمارا ملک ہے یہ، تو اس کی جو غلط پالیسیاں ہیں تو ہمیں بولنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ صرف ایک طبقے کے لیے نہیں ہے کہ ہم نے design کیا ہے، ہمارا ہے اور ہم اس کو چلاتے ہیں۔ باقی جس کی کوئی رائے ہوتی ہے وہ رائے کو نظر انداز کریں۔ نہیں ہم اس ملک کے شریف شہری ہیں جو آئین نے ہمیں حقوق دیے ہیں۔ اُس حقوق کی پاسبانی کی خاطر ہم آخر وقت تک بولتے رہیں گے۔ اور اس آواز کو جہاں سے چجائی انصاف کی برابری کے حقوق کا جہاں کہیں سے آواز اٹھے گی اُس آواز کے ساتھ قدم بہ قدم ہو کے shoulder by shoulder شانہ بشانہ ہو کر ہم آگے بڑھیں گے۔ یہی آواز یہاں بھی گونج رہی تھی اس floor پر وہ بھی تھے۔ آج جو ہم بلوچستان کی محرومی کی بات کرتے ہیں، آج جو بلوچستان میں education کی صاف پانی کی روڑز کی جو ہم باتیں کرتے ہیں۔ یہی آواز اس اسمبلی کے 70 سالوں سے گونج رہی ہے۔ سنے والا کوئی ہے نہیں۔ اگر ہے محدود مقاصد کی خاطر اور اس ملک کا مستقبل جمہوریت ہے ٹھپھے ماری نہیں ہے عوام کے mandate کا احترام کیا جائے۔ وہ لوگ جو زندہ ہیں جن کو آپ نے ایک شاختی کا رڑ دیا ہے اس ملک کا اُس کو وہ صحیح جب استعمال کریں گے۔ اُس کا رڑ کی جو رائے ہوتی ہے احترام ہوتا ہے جو franchise آپ احترام کے ساتھ قبول کریں۔ یہ کہاں کا اصول ہے پنجگور میں نیشنل اسمبلی ہم نے جیتا، 21 ہزار ووٹ BNP عوامی کے کیپٹن حنیف نے لیے تھے۔ اور وہ ایسے بندے کو لیکر آئے جس کا 75 پونگ اسٹیشنوں پر جس کا کوئی ایجنت ہی نہیں تھا۔ کیوں کر رہے ہیں اس ملک کے ساتھ ایسا؟۔ ہمیں حق ہے کہ ہم پوچھیں کیوں کر رہے ہیں اس ملک کے ساتھ؟۔ ہمیں کیوں مایوسی اور دیوار پر دھکا دے رہے ہیں آپ؟۔ ہم کہتے ہیں ہم اس ملک کا حصہ ہیں ہم ملک کو بنانا چاہتے ہیں اس کا حصہ ہیں۔ ہم ایک بہتر education کا ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں ایک health کا بہتر نظام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

معاشی بہتر ایک پالیسی دینا چاہتے ہیں۔ نہیں ایسے انگوٹھا چھاپوں کو وہاں جا کے اسمبلی میں بٹھاؤ جو اپنا نام تک نہیں جانتے ہیں وہ پالیسی کیا بناتے ہیں۔ تو اس ملک کا مین الاقوامی طور پر کیا position رہے گی۔ یہی جو ہم صحیح رہے ہیں یہی تو آج سے 40 سال پہلے سردار عطاء اللہ مینگل کی آواز بھی تھی۔ لیکن یہ آواز تو بند نہیں ہو گی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں مصنوعی طور سے oxygen کے ذریعے سے چیزوں کو چلانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اس nature کو چھوڑ دیں کہ صاف ہوا کے ساتھ لوگ سانس لے لیں۔ یہ cylinder کے oxygen سے کوئی چلنیں سکتا ہے۔ وہ دن کے لیے چل سکتے ہیں ایک مہینے کے لیے پہل سکتے ہیں ایک طویل دور کے لیے نہیں چل سکتے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ nature کا جو قانون ہے ازل کا جو قانون ہے اس قانون کو follow کیا جائے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ استھانی نظام میں مزید کوئی لوگ رہ نہیں سکتے۔ وہ قانون یہ ہے کہ لوگوں کی جو بنیادی fundamental rights ہیں اُن کو دینا ہو گا۔ تاکہ یہاں ایک ایسا محول پیدا ہو جس سے ہم سب لوگ یہ کہیں کہ یہ ملک ہمارا ہے۔ وہ لوگ یہ پالیسی بنائیں جو policy maker ہیں جو policy maker اداروں میں بیٹھتے ہیں جو پالیسی بناتے ہیں۔ آج پورے مکران میں ایک عجیب سامان پیدا کیا گیا ہے۔ بارڈر کے حوالے سے ہم نے ہر وقت کیا کیا ہے گناہ کیا ہے لوگوں کو روزگار چاہیے۔ لیکن اس پر تو کوئی عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے۔ سنتے ہیں عمل نہیں کر رہے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں مگر ان میں جہاں کہیں سے 35 لاکھ لوگ اس بارڈر سے وابستہ ہیں اُن کو جینے کا حق دو۔ یہ بارڈر کو ایک پالیسی کے تحت اس طریقے سے آگے بڑھا جہاں سے لوگوں کی ہزاروں سال جو باستینگی تھی۔ جو ذریعہ معاش ایک ذریعہ تھا یہ اس کو کم از کم اس حد تک seal کیا جائے۔ جہاں سے لوگ احساس محرومی میں۔ آپ اس بلوجستان میں جب آج ہی آج میں کھڑا ہوں آپ کے سامنے ایک IG اور ان سے آیا اسلام آباد سے آیا۔ DPO وہاں پر پنجگور میں انہوں نے رکھا ہے۔ اس مہینے میں 20 لوگ مارے گئے ہیں، 20 لوگ۔ تین دن پہلے میں گیا تھا پنجگور ایک فونگی کے لیے جوں ہی میں قلات پہنچ گیا کہتے ہیں کہ تین بندے مارے گئے ہیں۔ کل میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا فون آیا کہ خلیل سخراںی مارا گیا۔ علاوہ الدین بھی مارا گیا۔ 30 لوگ اس مہینے میں مارے گئے۔ میں نے اس floor پر کہا تھا کہ DPO کو وہاں سے نکال دیں۔ پچیس ہزار لوگوں نے پنجگور میں ریلی نکالی اس DPO کے خلاف ڈپی کمشنر نے بھی لکھا ہے، کمشنر نے بھی لکھا ہے میں نے floor پر بھی بولا ہے، اور اسپیکر صاحب نے یہاں اپنے chamber میں بھی IG کو بلا یا۔ IG اور ان کیا جا ہتا ہے۔ میں نے وہاں 21 ہزار ووٹ لیے میرا مینڈیٹ ہے۔ جب میں کہتا ہوں ”یہ غلط ہے“۔ آپ کہتے ہیں صحیح ہے۔ یہی تو نظام ہے جس کے خلاف سردار عطا اللہ مینگل بولتے

رہے۔ یہ کیا کوئی نوآبادیت ہے۔ بلوچستان کیا کوئی کالونی ہے۔ کہ ایک بندہ اسلام آباد سے آئے اور یہاں جو لوگوں کا مینڈیٹ ہے اُس کی تذمیل کرے۔ کیا وہ سپنگری پورا کرنا چاہتا ہے پنجور میں لوگ روزانہ مریں روزانہ لاش اٹھائیں۔ اُس کو کیا۔ کیوں کہ اُس کے تو گھر کی رونقیں ختم نہیں ہوں گی۔ اُس کو کیا درد ہے۔ پنجور کے لوگ مرتے رہیں اُن کو کیا درد ہے۔ ہم سمجھتے ہیں جناب چیر میں صاحب سردار عطاء اللہ اس پسمندہ، انتظامی نظام سے جنم لینے والا ایک شخصیت تھے۔ جس کی مشعل، جس کی روشنی ہر گھروں میں ہے۔ وہ الگ بات ہے۔ کہ ہم اُس سوچ و فکر پر کتنا عمل کر سکتے ہیں کہاں تک پہنچ سکتے ہیں اُس پر، وہ ایک الگ کہانی ہے، وہ ایک الگ سوچ ہے، الگ فلسفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق بھی دے تاکہ ہم بلوچستان کے اس مظلوم لاچار عوام کی جو فریاد ہے اُن کو ہم اپنے دل میں لیں اور شعور میں بھی لیں۔ اُن کو حاصل کرنے کی خاطر بلوچستان میں اک اتفاق ایک unity پیدا کریں۔ جب تک بلوچستان میں اتحاد و unity نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو فائدہ ہوگا جو بلوچستان کی ترقی کے خلاف ہیں۔ آج سارے جتنی بھی پیشکل پارٹیاں ہیں سب کے آئین میں بلوچستان کے حقوق کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔ شروع سے ہم سارے اُن کا درس بھی پڑھتے ہیں۔ کہ ہمارے سیاسی اکابرین نے ہمارے سیاسی جو اسٹاد تھے جو انہوں نے ہمیں درس دیا۔ اُس کا راستہ مشعل را ہے۔ لیکن اُس پر کس حد تک ہم نے عمل کیا، آنے والے کس حد تک ہم عمل کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں بلوچستان نیشنل پارٹی (عوامی) بلوچستان کے مظلوم اور لاچاروں کی آواز ہے۔ ہم بلوچستان کے ہر غریب لاچار مسکین اور انتظامی نظام کے لئے، نا انصافی کے خلاف نا برابری کے خلاف آخری وقت تک اپنا جدوجہد کریں گے۔ لیکن یہ میرا اکیلا جدوجہد اس مظلوم قوم کے لئے شاید وہ صلنہ دے سکے جس میں بلوچستان کے پشتون، بلوج، ہزارہ جو settler بھی ہیں جو مدتؤں سے یہاں رہ رہے ہیں۔ یہ سب مل کے، آج وقت بھی یہی آیا ہے کہ لوگوں کو سناؤ نکے درکوسنواؤ ان کے مسائل حل کرو۔ گوادر بہت خوبصورت ہے لیکن وہ گوادر بلوچستان کے عوام کے لئے خوبصورت نہیں ہے۔ آپ اُس کو بلوچستان کے عوام کے خلاف بد صورت دکھار ہے ہیں اور اسلام آباد کے لیے گوادر خوبصورت نہیں ہوگا جناب چیر میں صاحب اگر خوبصورت ہوگا تو اس کے پہلے شرات مکران گوادر بلوچستان کے عوام کو ملنے چاہیے۔ یہاں کے جتنے بھی وسائل ہیں اگر یہ وسائل صحیح پیمانے پر بروئے کار لائے جائیں۔ بلوچستان میں ایسا کوئی ماں نہیں رونے گی جو کینسر کا مریض ہے اور وہ مر گیا۔ یہ درد مجھے محسوس ہو رہا ہے کیوں کہ عوامی endowment fund میں جو کہ کینسر کے مریض آتے ہیں liver کے مریض آتے ہیں kidney کے مریض آتے ہیں۔ کس حد اور کس درد سے وہ گزر رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا جتنی بھی پیشکل پارٹیاں یہاں

آئی ہیں اقتدار میں آئیں اور گنیں ہم ابھی تک سب میں تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہوں۔ ایک اچھا کینسر کا ہسپتال بنانے میں ہم ناکام رہے۔ وفاق نے تو نہیں بنایا لیکن ہم بھی اس کے بنانے میں ناکام رہے۔ ایک شروعات ابھی ہو رہی ہے اس گورنمنٹ میں جام صاحب نے ایک تختی جا کے وہاں افتتاح بھی کیا شروعات ہو رہے ہیں۔ اللہ کرے ان لوگوں کی جو بنیادی ضرورت ہے، کینسر کے مریض جو امید رکھتے ہیں۔ یہ اسی ہسپتال میں علاج ہوتا کہ ہم کراچی، لاہور دوسری جگہ نہ جاسکیں۔ یہ جو میری باتیں ہیں کیوں کہ آج تعریتی ایک reference تھا، قرارداد کی شکل میں تو میں نے اس کو مدد و داس لینیں کیا کیوں کہ سردار عطا اللہ ایک کتاب تھے اس کے بہت سے معنی، الفاظ اور فلسفہ تھا۔ اس فلسفہ کا جو ایک رخ تھا بلوجستان کے عوام اور بلوجستان کے عوام کی بنیادی حقوق تھے وہ اسی کے base پر 60 سال تک یہ کتاب پڑھتا رہا۔ پڑھتا رہا۔ سکھاتارہا۔ خود جو سیکھا دوسروں کو سکھاتا رہا۔ نوجوان نسل کو ایک مشعل راہ دکھایا۔ آنے والے لوگوں کو ایک مشعل راہ دکھایا۔ تو اس جدوجہد میں کامیابی اور ناکامی بھی ہوئی۔ بہت سے پیمانے پر کامیابی بھی ہوئی بہت سی جگہ ناکامیاں ہوئیں۔ لیکن مجھے ناکامیوں پر اتنی پیشانی نہیں ہے اور کامیابی پر اتنے بڑے پیمانے پر خوش بھی نہیں ہوں کیونکہ میں نے منزل نہیں پایا۔ اس منزل کو پانے کی خاطر اب بھی وقت ہے کہ ہم جدوجہد کریں اب بھی وقت ہے ہم unity پیدا کریں اب بھی وقت ہے جمہوریت کی بالادستی پارلیمنٹ کی بالادستی عدیہ کی آزادی کے لیے ہم جدوجہد کریں۔ یہاں تو ایسی قوتیں ہیں جو پارلیمنٹ کی بالادستی اچھی نہیں لگتی اُن کو۔ عدیہ کی آزادی بھی اچھی نہیں لگتی ہے اُن کو۔ لیکن یہ ملک 22 کروڑ عوام کا ملک ہے یہاں وہ فیصلے ہونے چاہیے۔ جو یہاں عوام کی سوچ ہے جو عوام کی فکر ہے جو بنیادی ضرورت ہیں۔ ہم آپس میں ایک ایسا ماحول کیوں پیدا کرنے میں ناکام رہے جو ہمارے بنیادی مسائل تھے وہ بھی جوں کے توں رہ گئے۔ آپس میں ہم اڑتے رہے۔ کوئی دانشور ہے لیکن اس نے اپنا فرض پورا نہیں کیا کوئی ادیب ہے۔ اس نے اپنا فرض پورا نہیں کیا کوئی سیاستدان ہے اس نے اپنا فرض پورا نہیں کیا ساری چیزیں ادھوری ہیں اس لیے رہ گئے کہ جو عظیم مقاصد تھے اس عظیم مقاصد پر ہم ایک نہ ہو سکے۔ وہ عظیم مقاصد one agenda ہوتا ہے۔ بلوجستان کی ثقافت، بلوجستان کی سیم و سرحدات، بلوجستان کو استحصال سے پاک ایک بہتر صحیح ماحول دینے کے لیے اور اپنی قومی شناخت جو ہماری ہے اس پر compromise نہیں ہوئی چاہیے۔ اس کو ہر جگہ پر اس کا دفاع، اس کو protect ہمیں کرنا ہے۔ اپنی زبان کی اپنی ثقافت کی اپنی یہ جوز میں کے نیچے جو ہماری دولت ہے، لوٹ کھوٹ کا جو ایک سلسلہ ہے اس کو بند کرنے کی خاطر ایک بہتر میکنزم کے طور پر ہم چیزوں کو لے کے آگے بڑھیں۔ کیا ہم اس سرز میں پر جو دنیا میں

سب سے بہتر سے بہتر اس کی آب وہا ہے۔ دنیا میں سب سے امیر سرز میں پر ہم بیٹھے ہیں۔ جس کی باونڈری اکثر ملکوں سے ملتی ہے۔ جس کی خلیج کے راستے سے پورے سمندری راستے سے پوری دنیا سے ملتی ہے۔ تو یہاں کے بھی بچے اگر اس وقت دو وقت کی روٹی نہ کھائیں تو ہم نے کیا حاصل کیا ہے؟۔ آج وقت یہی ہے کہ سردار عطاء اللہ کا جو فلسفہ تھا اُس فلسفے کو ہم لے کے آگے بڑھیں۔ اور میں اپنی پارٹی کی جانب سے بلوچستان نیشنل پارٹی عوامی کی جانب سے سردار انخراز مینگل اور اُس کی فیملی کے دُکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ایک غلبی قوت و طاقت جذبات پیدا کرے تاکہ یہ بڑا جو غم ہے اُن کو مل گیا ہے اُس کو یہ سہیں اور وہ جو جدوجہد جو اُس کے والد صاحب کی جدوجہد تھی اس جدوجہد کے مشعل کو لے کے آگے بڑھیں۔ بڑی مہربانی، چیئرمین صاحب۔

**جناب چیئرمین:** شکریہ میراسد بلوچ صاحب۔ جی یونس زہری صاحب۔

**میر یونس عزیز زہری:** شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! 1929ء میں جمالا و ان کی سرز میں سردار رسول بخش کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور آج 92 سال کے بعد اُس کے چرچے اور آج اُس کو ہم خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ سردار عطاء اللہ مینگل جیسے اسد صاحب نے کہا کہ ایک کھلی کتاب کی طرح اُس کی جدوجہد، وہ کم عمری میں اُس نے اپنی جدوجہد شروع کی۔ میں اپنے قبیلے کی طرف سے بھی کہوں گا کہ نواب نوروز خان زہری اور اُس کے بیٹے اور دوسرے لوگوں کو جب پھانسی دے دی گئی، شہید کیا گیا، تو ان کے کیس میں جب عدالتوں میں کیس چلتے تھے تو کافی لوگ ڈرتے تھے کہ آیا ہمیں اس سے کچھ نقصان نہ ہو اور یہی سردار عطاء اللہ مینگل اور میر غوث بخش بزرگوار دوسرے رفقاء تھے کہ جوان کے ساتھ عدالت تک جاتے تھے، میں اُن کا مر ہوں منت ہوں۔ جناب چیئرمین سردار عطاء اللہ نے اپنی جدوجہد، مظلوم اقوام کیلئے جس طرح اُس نے اپنی زندگی پوری صرف کر دی۔ اور جس نے اپنی زندگی کے اچھے دن جیل میں گزارے۔ اور جس طرح اُس نے وَن یونٹ کے خلاف جدوجہد کی اور اُس کے بعد اُس پر کامیابی حاصل کر کے بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ رہے۔ 9 میئنے کے بعد جب اُس کی گورنمنٹ ختم کر دی گئی۔ لیکن اُس نے اپنی جدوجہد کو، اُس نے اپنی تاریخ کو اور وہ مظلوم قوموں کے حقوق سے کبھی دستبردار نہیں ہوئے۔ سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کے اور ہمارے رفقاء، جمعیت علمائے اسلام کی ساتھ شروع سے رابطے رہے ہیں۔ جب سردار صاحب کی گورنمنٹ ختم کر دی گئی جیسے دوستوں نے کہا، نیب کی گورنمنٹ یہاں تھی بلوچستان میں۔ اور خیبر پختونخوا میں، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ تھے۔ تو جب یہاں پر بھٹوم رحوم نے سردار عطاء اللہ کی گورنمنٹ ختم کر دی جو ایک جمہوری گورنمنٹ تھی۔ اور وہاں

پر احتجاجاً مولانا مفتی محمود صاحب نے بھی استعفی دے دیا، میرے خیال میں یہ ان کی دوستی کا ایک شر تھا کیونکہ آج کل کے دور میں کوئی کوئی نسلی سے بھی استعفی نہیں دیتا لیکن یہ ثابت کر دیا کہ ہم سردار عطاء اللہ کیسا تھے ہیں اور بلوجستان کے مظلوم قوموں کیسا تھے ہیں۔ اور آج ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم اور بی این پی کیونکہ سردار عطاء اللہ صاحب بی این پی کے سر پرست اعلیٰ تھے اور ہیں گے بھی انشاء اللہ و تعالیٰ۔ ان کی سوچ تو ہمارے ساتھ ہے سب کے۔ آج بھی وہی جمعیت علماء اسلام اور بی این پی سردار عطاء اللہ کے اُس سوچ کو آگے لے جا رہے ہیں۔ سردار عطاء اللہ صاحب کے جھالا و ان میں ہم تو اُس کے ہمسائے رہے ہیں، ایک ہی ڈسٹرکٹ میں ہم ہماری اور ان کی سیاست، ہم نے قریب سے اس کی سیاست کو دیکھا تھا۔ سردار عطاء اللہ کی ڈیڑھ بادی کو جب کراچی سے کو وڈھ کیلئے روانہ کیا گیا جیسے ملک نصیر صاحب نے کہا کہ وہاں ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اور وہاں کی عورتیں، بچے سب روڈ پر نکل کے اور دھاڑیں مار کے رورہے تھے اور جب نماز جنازے کے بعد سردار صاحب کے وصیت کے مطابق انہوں نے کوئی وڈھ شہر سے کوئی چار پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر اُس کی وصیت کے مطابق جہاں اس نے وصیت کی تھی، ایک درخت ہے، اُس درخت کے پاس وہاں اُس نے وصیت کی تھی کہ مجھے یہاں دفنایا جائے اُس درخت کی تاریخ کو بھی مجھے زیادہ توهنہیں ہے لیکن یہی کہا گیا ہم نے سردار اختر جان سے پوچھا کہ کہتا ہے کہ سردار صاحب کی وصیت ہے کہ یہاں پر نوری نصیر خان آئے اور اُس نے پڑا وڈا لہے اور یہ آزاد علاقہ ہے یہاں مجھے دفنایا جائے۔ جب ان کی لاش کو وڈھ شہر سے قبرستان کی طرف لے جا رہے تھے تو وڈھ شہر کے مرد، عورتیں اور بچے وہ روڈ پر کھڑے ہو کے اپنے محبوب کا استقبال کر رہے تھے۔ تو یہ اس سے محبت سردار عطاء اللہ سے محبت وہاں پر اس کے جنازے میں لوگ لاکھوں کے حساب سے جنازے میں شریک تھے اور ہر آنکھ اشکبار تھی کیونکہ یہ سردار عطاء اللہ نے یہاں پر جدوجہد کی تھی اور اُس کی جدوجہد کا شمر تھا۔ میں اپنی طرف سے، اپنی جماعت کی طرف سے اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ اور میں اپنی طرف سے، اپنے علاقے، اپنے حلقوں کی طرف سے سردار عطاء اللہ کو سلام، سیلوٹ پیش کرتا ہوں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

**جناب چیئرمین:** بہت شکریہ، یونس عزیز ہری صاحب۔ جی میرزا بدعلی ریکی صاحب۔

**میرزا بدعلی ریکی:** بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب، سردار عطاء اللہ مینگل صاحب مرحوم اس بلوجستان نہیں جناب چیئرمین صاحب پورا پاکستان ایران، افغانستان ہر جگہ میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک پچھاں، وہ ایک شخصیت کا حامل تھا۔ سردار عطاء اللہ مرحوم کی جتنی تعریف کریں وہ کم ہے جناب چیئرمین صاحب۔ ایک بہت بڑی ہستی تھی۔ وہ ہم میں نہیں رہے۔ سردار صاحب کو جب کراچی سے وڈھ لارہے تھے ہزاروں کی

تعداد میں کارکن ورکر تمام بلوچستان کے آل پارٹیز غریب علماء سب گئے تھے نماز جنازے کیلئے۔ ہماری دعا یہ ہے اللہ تعالیٰ سردار کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ اس کے ساتھ جناب چیئرمین صاحب! نواب محمد اکبر خان بیگی بھی ایک نواب تھے بلوچستان میں، اُس کی بھی ایک تاریخ تھی۔ اُس کے بھی آج نوازدادہ بیٹھے ہیں گھرام بکٹی۔ ہماری دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس گھر میں جب وہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کی خانہ پوری کرے اور سردار اختر ابھی بڑا بوجھا اُس کے کندھوں پر ہے، وہ خالی ایک پارٹی سے نہیں تمام بلوچستان کے تمام جگہوں کا سردار ہے۔ اُس کو چاہیے اپنے والد کے نقش قدم پر چلیں۔ ہمیں امید ہے بڑی امیدیں وابستہ ہیں سردار اختر مینگل سے۔ چیئرمین صاحب! سردار عطاء اللہ مینگل اپنے ایک گھر کا نہیں تمام بلوچستان کی آواز تھے، تمام پاکستان میں وہ خالی بلوچ نہیں پشتون، سراینکی، سندھی، پنجابی جو بھی مظلوم تھے سب کی آواز تھے۔ اُس نے اپنی زندگی 92 سال کی گزاری۔ اُس نے ایک تاریخ رقم پیش کی ”کہ میں خالی ایک فرد نہیں میں تمام عوام کی ایک آواز ہوں“۔ اُس کی آج جتنی تعریف کریں بہت کم ہے ہمارے جیسا، منظر اسد اللہ نے بھی کی باقی دوستوں نے بھی کی۔ ثناء جان نے بھی کی، کہ سردار صاحب کی جرات، سردار صاحب کی دلیری انہوں نے ثابت کر کے دکھا دیا جناب چیئرمین صاحب! کہ ایک بہادر، ایک غریب پرور، ایک قبیلے سے نہیں تمام بلوچستان سے اُس کا تعلق تھا۔ آج تمام بلوچستان ایک غم میں بیٹلا ہے اور یہی دعا کرتے ہیں۔ اور سردار اختر ابھی بڑا بوجھا اُس کے اوپر ہے خالی ایک پارٹی سے نہیں تمام بلوچستان کے تمام جگہوں کا سردار ہے اس کو چاہیے اپنے والد کے نقش قدم پر چلے ہمیں امید ہے بڑے امیدیں وابستہ ہیں سردار اختر مینگل سے چیئرمین صاحب سردار عطاء اللہ مینگل ایک گھر کا نہیں تمام بلوچستان کی آواز تھی تمام پاکستان وہ خالی بلوچ نہیں پشتون، سراینکی، سندھی، پنجابی جو بھی مظلوم تھے سب کے اوaz تھے اس نے اپنی زندگی 92 سال گزارے اس نے ایک تاریخ رقم پیش کی کہ میں خالی ایک فرد نہیں میں تمام عوام کی ایک آواز ہوں اس کی جتنی تعریف کریں بہت کم ہے۔ میرے جیسے آدمی منظر اسد اللہ نے بھی کی باقی دوستوں نے بھی کی ثناء جان بھی کی کہ سردار صاحب کی جرات، سردار صاحب کی دلیری یعنی ثابت کر کے دیکھا دیا جناب چیئرمین صاحب کوئی ایک بہادر ایک غریب پرور ایک قبیلے سے نہیں تمام بلوچستان سے ان کا تعلق تھا آج تمام بلوچستان ایک غم بیٹلا ہے اور یہی دعا کرتے ہیں کہ یہ سردار اختر اسی کے نقش قدم پر چلے اللہ تعالیٰ اسی جگہ میں لائے یہ بہت بڑی ہستی تھی ہم میں نہیں رہے جناب چیئرمین صاحب جب وزیر اعلیٰ رہے نو میئنے جیسے ہمارے ثناء بھائی نے کہا اس نے بلوچستان کے لئے کیا نہیں کیا نو میئنے میں آج جناب چیئرمین صاحب یہ وزیر اعلیٰ ہے نظر نہیں آرہے ہیں تین سالوں میں اس نے کچھ بھی نہیں کیا بلوچستان کے لئے

جناب چیئر مین صاحب جب بات کرتے ہیں جناب چیئر مین صاحب کہتے ہیں زا بدبات کر دیتا ہے صرف بات کر دیتا ہے جناب چیئر مین صاحب مجبور ہیں ہم بات کریں یہ بلوجستان کو ہم لوگ دیکھ رہے ہیں بلوجستان کو صحیح وارث جناب چیئر مین صاحب ابھی نہیں ملا ہے بلوجستان ڈوبتا جا رہا ہے ان کے ہاتھوں میں جناب چیئر مین صاحب ڈوبتا جا رہا ہے خدارا ابھی بھی وقت ہے ان کے ہاتھوں سے بلوجستان کو بچائیں یہ بلوجستان کیوں اس طرح ہو رہا ہے بلوجستان کو اس طرح یہ کیوں کر رہا ہے وجہ کیا ہے یہ عوام یہ غریب یہ مسکین یہ لا چار یہ ٹھوکریں کھا رہے ہیں جناب چیئر مین صاحب ان کے ہاتھوں مگر کاش آج جیسے اسد بلوج نے کہا اتفاق ہو جاتا تو اتفاق میں بڑی قوت اور طاقت ہے مگر کچھ اتفاق کسی جگہ میں نظر نہیں آ رہی جناب چیئر مین صاحب یہ حالت ہے جناب چیئر مین صاحب ہر جگہ میں ہر ڈسٹرکٹ میں یہی رونا ہو رہا ہے ہر جگہ میں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لا شیں چھینکے جا رہے ہیں بندوں کو سر عام قتل کر رہے ہیں یہ حالت ہے جناب چیئر مین صاحب کہتے ہیں بات نہیں کریں، جب بات نہیں کریں دل درد کرتا ہے مجبور ہے یہ آنکھ، آنکھوں سے آنسو بہر رہے ہیں کس کو اپنی فریاد سنائیں سوائے وہی رب ہے اسی رب کو آدمی اپنے ہاتھ پھیلائے شاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ ہمیں پورا نہیں پورے بلوجستان کو نجات ملے یہ حالت ہے جناب چیئر مین صاحب! بلوجستان کی ہم جناب چیئر مین صاحب اس قرارداد کی میں زا بدبمعیت علماء اسلام کی طرف سے اس کی بھرپور حمایت کرتا ہوں اور سردار صاحب کو میں دعا کرتا ہوں سردار انتہ کو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جناب چیئر مین صاحب میں آپ کا بہت مشکور ہوں آپ نے مجھے ثائم دیا اور ساتھ ساتھ میں ایک اور point شیئر کرنا چاہتا ہوں میر انواز ادا گہرام گائی بیٹھے ہیں ہمیں ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ نواب اکبر خان ایک نواب جناب چیئر مین صاحب تاریخ میں اس کے جب آپ دیوان میں بیٹھتے تھے مجلس میں بیٹھتے تھے آپ کہتے کہ میں اس کے مجلس سے نہیں اٹھوں یہ ایسے نواب تھے ایسے نواب آپ یقین کر لیں میں اپنے والد صاحب کے ساتھ تھا اپنے دادرسدار ولی محمد رکی کے ساتھ تھا، جب جاتے تھے مجھے یاد ہے تو بہت بڑی ہمتیاں اس بلوجستان سے جا رہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو خود پورا کرے اپنے درسے، غیب سے تو اسی حوالے سے میں نے اپنی بات کی

جناب چیئر مین صاحب - thank you

**جناب چیئر مین:** بہت بہت شکر یہ جناب زا بدر کی صاحب، جی اصغر علی ترین صاحب آپ۔

**جناب اصغر علی ترین:** جناب چیئر مین صاحب۔ بسم اللہ الرَّحْمَن الرَّحِيم، جناب چیئر مین صاحب آج جو قرارداد پیش ہوئی یقیناً یا انہتاً ایہمیت کی حامل ہے سردار عطاء اللہ مینگل صاحب یہ جو 91-92 سال انہوں نے

جوزندگی گزاری انہوں نے بلوچستان کے لئے نہیں بلکہ پورے پاکستان کے لئے ہر قوم کے لئے چاہے وہ پشتون ہو، بلوچ ہو، سراۓ ایسکی ہو، پنجابی ہو، سیلیٹر ز ہو، کوئی بھی کسی بھی اس سے تعلق ہوان کو ایک سوچ انہوں نے دیکر اس دنیا سے وہ وفات پا گئے۔ جناب چیئرمین صاحب! ان کی سوچ کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ ایک ان کی زندگی پوری جدوجہد میں انہوں نے گزاری انتہائی ایک بیماری سے دوچار تھے۔ تین دفعہ ان کا open heart surgery بھی ہوئی اور بیمار بھی تھے لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے اپنی زندگی جو ہے ناں وہ جدوجہد میں گزاری۔ جب وہ وزیر اعلیٰ بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ اللہ ان کو جب یہ اعزاز بخشنا کہ وہ بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اور جناب چیئرمین صاحب ان کی سوچ آپ دیکھیں انہوں نے بلوچستان یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا۔ اور بلوچستان بی ایم سی کی آپ بات کریں، عمل میں لایا گیا۔ اور جبکہ یہ میٹرک اور ایف اے سی اور جو بی اے کے امتحانات ہوتے تھے وہ ملتان بورڈ یعنی پنجاب وہاں سے لوگ آکے یہاں امتحان لیتے تھے بورڈ کا عمل قیام میں آیا یعنی آپ اس ٹائم آج سے کوئی ستر سال یعنی 73-74ء کی بات میں کر رہا ہوں۔ اس ٹائم اس شخص کی ذیمت کو دیکھیں سوچ کو آپ دیکھیں فکر کو دیکھیں کہ وہ کس سوچ اور کس فکر کے ان کا کتنا وسیع سوچ تھا اور جناب چیئرمین صاحب جب ان کی گورنمنٹ ختم کی گئی غالباً نو میئے دس میئے گورنمنٹ چلی قربت اتنی زیادہ تھی ان بزرگوں کی آپس میں ان پارٹیوں کے آپس میں محبت اتنی زیادہ تھی سوچ اور فکر آپس میں اس قدر ملتی تھی کہ خیر پشتونخوا میں حضرت مولانا مفتی محمود رحمت اللہ علیہ کی حکومت تھی جب سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی گورنمنٹ کو ختم کیا گیا احتجاجاً حضرت مولانا مفتی محمود رحمت اللہ علیہ صاحب نے بھی استغفاری پیش کر دیا اور وہ گورنمنٹ سے علیحدہ ہو گئے۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ ایک سوچ کی بات ہے، فکر کی بات ہوتی ہے۔ ایک شخص آج سے ستر سال پہلے اور آج سے چالیس سال پہلے ساٹھ سال پہلے وہ بلوچستان کے ساحل اور وسائل کی بات کرتا ہے وہ بلوچستان میں ایجوکیشن کی بات کرتا ہے وہ بلوچستان میں تعلیم کی بات کرتا ہے اور ہر فلور پر چاہے وہ صوبائی اسمبلی کا فلور ہو چاہے وہ قومی اسمبلی کا فلور ہے وہ وہاں پر بلوچستان کے لئے ایک جنگ لڑتا ہے اور بلوچستان کے ساتھ جو مشکلات ہیں، بلوچستان کی جو پریشانیاں ہیں جس کی عوام کو سامنا ہے وہ اس فلور پر جا کر کرتا ہے بحثیت ریکارڈ بھلے تعداد میں وہ دو ممبران تھے لیکن انہوں نے ایک ریکارڈ رکھا ہے ایک گواہ کے طور پر کہ انہوں نے بلوچستان کے ہر ساحل و وسائل ہر مشکلات پر انہوں نے وہاں پر بات کی ہے جناب چیئرمین صاحب آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جیل میں، ان کی حکومت جب ختم ہوئی تو یہ جیل چلے گئے ہیں جیل میں بھی انہوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اور اپنے ساتھیوں سے اپنے لوگوں سے ایک منٹ کی

بھی انہوں نے دوری اختیار نہیں کی۔ ثناء بلوچ صاحب نے کافی طویل اسمبلی میں اپنی بات کی، سردار عطاء اللہ صاحب کی زندگی کے بارے میں۔ یقیناً ہمیں کچھ فناط کا علم بھی نہیں تالیکن جب علم ہوا اندازہ ہوا ثناء بلوچ صاحب کی اور اسد صاحب کی باتوں سے یقیناً ہم اس درخت کے سائے سے محروم ہو گئے ہیں جو ایک درخت تھا پھلدار تھا جس کے نیچے ہم جیسے بلوجستان کے عوام بلوجستان کے کارکن وہاں آرام کرتے تھے۔ اس سائے کے چھاؤں میں رہتے تھے آج وہ سایہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ آج وہ سایہ ہم لوگوں پر نہیں رہا۔ یہاں پر دوستوں نے کہا کہ ہم اکثر ان کے پاس جاتے تھے تو وہ اکثر پوچھتے تھے بلوجستان کا کیا حال ہے؟۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ بی این پی (مینگل) کا کیا حال ہے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں پارٹی کا کیا حال ہے انہوں نے یہ لفظ کہا کہ بلوجستان کا کیا حال ہے یعنی ان کے دل میں ان کے دماغ میں ان کے خون میں بلوجستان کا درد وہ محسوس کرتے تھے یقیناً جناب چیئرمین صاحب اس قرارداد کی اپنی طرف سے اپنی پارٹی کی طرف سے بھرپور حمایت کرتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سردار عطاء اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے پارٹی کے اور ان کے جو فرزند ہیں سردار اختر جان مینگل صاحب اللہ ان کو اہم تر دے ان کو استقامت دے کہ وہ ان کی سوچ ان کی vision کے مطابق چلیں اور اپنے جوان کی ایک سوچ تھی بلوجستان کے لئے بلوجستان کی عوام کے لئے ان کے لئے اس سوچ اور vision کو آگے لے کر چلیں، بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔

**جناب چیئرمین:** بہت شکریہ اصغر ترین صاحب جی اختر حسین لانگو صاحب۔

**میر اختر حسین لانگو:** شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! آج ہم جس عظیم ہستی کی تعزیتی قرارداد کے حوالے سے اس ایوان میں بات کر رہے ہیں، وہ عظیم ہستی 13 جنوری 1929ء کو پیدا ہوئے۔ اور جناب والا! 20-22 سال کی عمر سے ہی انہوں نے اس سر زمین اس وطن اور یہاں پر بسنے والے ان تمام اقوام ان تمام مظلوم لوگوں کے لیے جدو جہد شروع کی۔ اور آخري دم تک وہ اس جدو جہد کے ساتھ جڑے رہے اور نہایت ثابت قدی جوان مردی اور دلیری کے ساتھ انہوں نے ایک تاریخ رقم کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ سردار عطاء اللہ مینگل ایک فرد نہیں تھے بلکہ وہ اپنی وجود میں پورا ایک institute کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج ہم سب جو یہاں پر بیٹھے ہیں ہم ان کی ان سیاسی اور ان نظریاتی افکار اس نظریاتی جدو جہد کی بدولت یہاں پر بیٹھے ہیں آج یہ اسمبلی خود اور یہاں پر بیٹھے ہوئے وہ تمام ممبران چاہے جنکا تعلق کسی بھی سیاسی جماعت سے ہو چاہے وہ ٹریشی بخرا کے لوگ ہوں چاہے اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہمارے ساتھی ہیں۔ آج ہم سب اُن اکابرین کی اُن جدو جہد اور اُن کی اُس قربانیوں کی بدولت آج ہم اس ایوان میں موجود ہیں۔ کیونکہ اگر یہ اکابرین نہیں ہوتے ان کی جدو جہد نہیں

ہوتی ان کی قربانیاں نہیں ہوتی تو شاید بلوجستان اسمبلی معرض وجود میں نہیں آتی اور شاید آج ہم یہاں پر اس ایوان میں بیٹھ کر یہ تقاریر بھی نہیں کر رہے ہوتے۔ جناب والا! سردار عطاء اللہ خان مینگل کے ساتھ انہیٰ قربت رہی ہے ہماری۔ بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے اُن سے۔ میں اُن کا ایک واقعہ شیئر کرنا چاہوں گا ہم جب انجینئرنگ یونیورسٹی خضدار میں پڑھتے تھے تو ہمارے خضدار انجینئرنگ یونیورسٹی کی کچھ روایات تھیں۔ کہ ہر سال کے آخر میں ہم فارغ ہونے والے اسٹوڈنٹس کو ایک farewell farewale دیتے تھے اور اُسی پروگرام میں ہم آنے والے اسٹوڈنٹس کو جو نئے جن کے admission کے ساتھ ہوتے تھے اُن کو ہم خوش آمدید بھی کہتے تھے۔ یہ غالباً 1995-96ء کی بات ہے تو ہم نے وہاں سے BSO کے کچھ ساتھی، ہم 20-25 ساتھی، ہم سردار صاحب کے پاس وڈھ گئے اپنے اس پروگرام میں اُن کو دعوت دینے کے لیے۔ پہلے تو انہوں نے ہمیں انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ کسی بھی تعلیمی ادارے کے اندر آج تک کسی بھی پروگرام میں میں نے شرکت نہیں کی اور آگے بھی نہیں کروں گا کافی اصرار کافی ضد کے بعد کوئی 2 گھنٹے اُن کی ساتھ بیٹھے ہم۔ دو گھنٹے کی منت سماجت کے بعد آخر کار ہم نے اُن کو منالیا جب وہ ہمارے ادارے پہنچا اُس کی وہ تقریر جو اُس نے ہمارے اُس پروگرام میں کی وہ آج بھی ہمیں ایسے یاد ہے جیسے ہم آج اس اسمبلی فلور پر ساتھیوں کی تقاریر سنتے ہیں۔ اُس تقریر میں بھی نہ اُس نے اپنے بیٹھے اسکا ذکر کیا، نہ اُس نے اپنی تکالیف کا ذکر کیا، نہ اُس نے اپنی قربانیوں کا احسان جتا یا، نہ اُس نے اپنے جیلوں کی جوزندانوں میں تکالیف اُس نے کاٹی نہ اُس پر اُس نے بات کی اُس نے وہاں پہنچی اپنی تقریر جو شروع کی اُس نے اسی الفاظ کے ساتھ شروع کی کہ کسی بھی تعلیمی ادارے میں میں اپنے آنے والی نسلوں کی تعلیم میں خلل نہ ڈالنے کی نیت سے آج تک میں نے کسی بھی پروگرام میں شرکت نہیں کی ہماری وجہ سے ہمارے سیاسی نظریات کی وجہ سے کہیں اُن کی تعلیم میں خلل نہ آ جائے۔ کہیں وہ اپنا صل مقصد جو اصول علم کا ہے وہ اُس کو چھوڑ نہ دیں تو اسی لیے اسی نیت سے میں نے آج تک شرکت نہیں کی لیکن بچوں کی ضد کی وجہ سے آج میں آیا ہوں اور اُس دن اُس کی وہ پوری کی پوری تقریر وہ ہمارے وہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک تقریر نہیں باقاعدہ ایک لیکچر تھا جو اُس نے دیا وہ بھی focus اُس نے کیا ہمارے کردار کے اوپر۔ ہمارے نظریات کے اوپر مقاصد کے اوپر اور سرزین کی خدمت اور بلوجستان میں رہنے والے لوگوں کی خدمت کے جذبے کو ابھارنے کے حوالے سے وہ پورا ایک جامع لیکچر تھا اسی لیکچر میں اُس کے وہ تاریخی الفاظ جو ایک جملہ بہت مشہور ہوا آج کل بھی وہ ٹوئیٹر میں آپ چلے جائیں تو وہ جملہ آپ کو بار بار ملے گا اُس تقریر میں اُس لیکچر میں بھی اُس نے یہ کہا کہ آنے والا مورخ آپ سے پوچھ کر آپ کی تاریخ نہیں لکھے گا آنے والا مورخ جب بھی آپ کے بارے میں لکھے گا وہ آپ کے کردار

اور آپ کے عمل کو دیکھ کر آپ کے بارے میں لکھے گا لہذا اپنے کردار کو اور اپنے عمل کو جو ہے ایک درست سمت اور ایک ثابت سمت۔ تب ہی آنے والی جو تاریخ ہے اُس میں آپ لوگ ایک زندہ قوم کی حیثیت سے یاد رکھے جاؤ گے یہ اُس تقریر میں اُس عظیم انسان اُس عظیم لیڈر کی جو ہے وہ اُن کی نصیحت تھی اپنے آنے والی نسلوں کو اور آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی جن تقاریر کی شائع بلوج نے ذکر کی میں محض بات کروں گا چونکہ لمبی تقاریر کی وجہ سے شاید دوستوں کی دلچسپیاں ختم ہو گئی ہیں اسی لیے ایوان خالی خالی سالگ رہا ہے سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی سوچ اور اس کی vision کا اگر ہم لوگ تھوڑا سا جائزہ لیں تو اس نے بھی صرف مینگل قبیلہ کی بات نہیں کی اُس نے بھی صرف بلوج قوم کی بات نہیں کی بلکہ وہ ایک انسان دوست اور انسانیت سے محبت کرنے والے ہستی کی حیثیت سے آپ اُس کے ہر عمل کو آپ پائیں گے جب 1972ء کے ایکشن ہوئے۔ نقطہ 9 مہینے کے بعد جب اُن کی حکومت کو ختم کر کے اُن کو جب گرفتار کیا گیا اور 1977ء میں رہائی کے بعد اپنی علاج کی غرض سے وہ ملک سے باہر چلے گئے اور اُس کے بعد انہوں نے جلاوطنی اختیار کر لی اُس جلاوطنی میں بھی انہوں نے جو اُس کا مقصد تھا اُس مقصد کو اپنا نہیں چھوڑا اُس جلاوطنی میں بھی بیٹھ کر اپنی اُس مقصد کے ساتھ جھٹرے رہے اور وہ اپنی اُس جدوجہد کے ساتھ وہ مسلسل جڑے رہے اُس کی میں ایک مثال دوں آپ کو کہ لندن میں بیٹھ کر متاز علی بھٹو کے ساتھ مل کر انہوں نے سندھی، بلوج، پشتون، فرنٹ بنایا انہوں نے صرف بلوج قوم کی حقوق کے لیے جدو جہد نہیں کی بلکہ انہوں نے سندھی مظلوموں کے لیے بھی آواز اٹھائی انہوں نے پشتون مظلوموں کے لیے بھی آواز اٹھائی اور انہوں نے سرائیکی مظلوموں کے لیے بھی آواز اٹھائی اُس فرنٹ کے بعد وہاں سے سندھی، بلوج، پشتون فرنٹ کے حوالے سے پلیٹ فارم جو، اُن کی جدو جہد تھی اُس کے بعد یہاں پر جب پاکستان میں جلاوطنی ختم کرنے کے بعد واپس آئے تو انہوں نے پھر تمام سیاسی جماعتوں کو تمام قوم پرست جماعتوں کو اُن تمام سیاسی لوگوں کو اکٹھا کرنے کی غرض سے انہوں جو ہے BYM کے ساتھ پہلے انضام کیا پھر پاکستان نیشنل پارٹی کو ساتھ ملا کر انہوں نے بلوجستان نیشنل پارٹی کی بنیاد رکھی۔ اور اُس کے بعد یہی سلسلہ آگے چلتا ہوا جب سردار اختر مینگل کی حکومت کو ختم کیا گیا تو 99ء میں انہوں نے پونم کی بنیاد رکھی۔ پاکستان آپ نیشنل مودمنٹ کی جب بنیاد رکھی انہوں نے، اُس میں سندھی، بلوج، پشتون، سرائیکی سب کو اکٹھا کر کے سب کو انہوں نے ایک مشترکہ پلیٹ فارم مہیا کیا۔ پھر ناسازی طبیعت کی وجہ سے پونم کی قیادت خان محمود خان اچڑی صاحب کے حوالے کر کے، اُس کے بعد انہوں نے BNP کی سرپرستی اور اُن سے ہم سمجھتے رہے۔ لیکن اگر سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی اُن 50-60 سالوں کی سیاسی جدو جہد کو آپ دیکھ لیں تو انہوں نے اس

ملک کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے، جو ان کی سوچ اور ان کا نظریہ اور ان کی فکر تھی، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نہ اس سوچ اور نہ اس نظریے کو سمجھا نہ آج تک کسی نے کوشش کی نہ آج اس نظریے اور سوچ کو سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے جناب والا! سردار عطا اللہ مینگل صاحب کہتے کیا تھے پہلے تو ہم اپنے اس ملک کی وجود کو دیکھ لیں۔ پہلے ہم اس فیڈریشن کی شکل اور اس کی بیانات کو دیکھ لیں یہ فیڈریشن یہ قومی وحدتوں پر مشتمل ایک فیڈریشن ہے۔ پاکستان جو ہے یہ قومی وحدتوں پر مشتمل ایک فیڈریشن ہے۔ جس میں بلوج کی سر زمین شامل ہے۔ جس میں سندھی اور سندھی کی سر زمین شامل ہے۔ جس میں پشتون اور پشتون کی سر زمین شامل ہے۔ جس میں سرائیکی اور سرائیکی کی سر زمین شامل ہے۔ جس میں پنجابی اور پنجابی کی سر زمین جو ہے وہ اس فیڈریشن میں شامل ہیں۔ اور یہ تمام قومی اور قومی وحدتیں ملک فیڈریشن آف پاکستان کو بناتے ہیں۔ اب یہ pillars ہے اس ملک کے اس فیڈریشن کے یہ قومی وحدتیں کسی بھی pillar کو اس چھت کے نیچے اب کھڑے ہیں یہ بھی کئی ستونوں پر یہ چھت لٹکا ہوا ہے ایک ستون کو بھی آپ اگر چھت کے نیچے سے اکھاڑ دیں گے تو یہ پورا چھت نیچے ز میں بوس ہو گا سردار عطا اللہ مینگل نے بھی 92 سال کی عمر تک انہوں نے بھی یہ سمجھانے کی کوشش کی، اس ملک کے مقدار قوتوں کو کہ قومی وحدتوں کو کمزور کر کے آپ اس ملک کو مضبوط نہیں بناسکتے۔ قومی وحدتوں کے درمیان نفرتیں پیدا کر کے اس ملک کو آپ خوشحال نہیں کر سکتے۔ قومی وحدتوں کو کمزور کر کے ایک مضبوط فیڈریشن آپ نہیں بناسکتے۔ لیکن افسوس کیونکہ اس نیک نیتی کی جدوجہد اور ان کی اس نیک نیتی کی سوچ کو اس ملک کے اٹیبلیشمیٹ نے اس ملک کے مقتدر قوتوں نے ہمیشہ بد نیتی کی نظر سے دیکھا اور ان کو جو کہ غداری کے القابات سے نواز گیا، ان کو تکالیف دی گئیں۔ ان کے بچوں کو شہید کیا گیا۔ ان کو جیلوں میں ڈالا گیا۔ لیکن سردار عطا اللہ مینگل آخری ڈم تک، آخری عمر تک وہ اپنے اس فکر اور نظریے کے ساتھ جڑے رہے۔ اور انہوں نے آخر تک اپنے اس فلسفہ، اس نظریے اور اس سوچ سے وہ پیچھے نہیں ہٹے۔ اور آج بھی گوجود ہمارے درمیان فزیکی موجود نہیں ہیں لیکن آج بھی ان کی سوچ ان کا جو نظریہ ان کا جو واثق ہے، وہ آج بھی موجود ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ وہ خود اپنی ذات میں ایک institute ہے میں آج بھی سردار عطا اللہ مینگل کی سوچ سے سردار عطا اللہ مینگل کی جدوجہد سے سردار عطا اللہ مینگل کے اُن خیالات سے اُن نظریات سے فائدہ اٹھا کے اس ملک کو اس صوبے کو مضبوط بناسکتے ہیں۔ اگر آج بھی ہم نے نا سمجھی کا مظاہرہ کیا تو میرے خیال سے آج وہ اکابرین ہمارے درمیان نہیں ہیں کہ جو پھر اس ملک کی، اس قوم کی رہنمائی کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں آج وہ عظیم ہستی جو ہم سے پچھڑ گئے افسوس کے ساتھ میں آج اس فلور آف دی ہاؤس پر یہ کہہ رہا ہوں کہ افسوس سردار عطا

اللہ مینگل کی زندگی میں اُس کی قدر کو اُس کی اہمیت اور اُس کی اہمیت کو جاگ کرنا، آج اُس کی وفات کے ٹائم پہم نے اُس کا جائز مقام دیا۔ میڈیا کے لوگ اور کھڑے ہیں ان سے بھی میرا گلہ اس فلور آف دی ہاؤس کی توسط سے ایک معمولی سا واقعہ بھی پنجاب کی کسی بھی چھوٹے دیہات میں اگر پیش آتا ہے تو تین تین دن تک پاکستان کے تمام ٹوپی وی چیلدر اُس پر بحث، اُس پر مباحثہ، اُس پر تقاریر اور بار بار بریکنگ نیوز چلتی رہتی ہے لیکن سردار عطا اللہ مینگل جسے قد آور شخصیت ہم میں نہیں رہے آج سردار عطا اللہ مینگل قد آور شخصیت وہ ہم سے جدا ہوئے لیکن کسی بھی ٹوپی وی چیلدر کو مساواۓ ایک چھوٹی سی خبر دینے کے علاوہ کوئی توفیق نہیں ہوئی کہ آج اُس کی زندگی پر اُس کی جدوجہد پر اُن کے سیاسی کیریئر پر اُن کے سیاسی جدوجہد پر کوئی ایک گھنٹہ کا پروگرام بھی کر لیتے۔ کسی بھی ٹوپی وی ایگزکو اچ یا توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ سردار عطا اللہ مینگل کی زندگی اُس کی جدوجہد کے بارے میں وہ ایک چھوٹا سا پروگرام کر کے لوگوں کو بتا سکتے کہ یہ کوئی شخصیت تھی جو آج ہم سے جدا ہوئی۔ ہمارے ملک میں اس ملک نے تو اُس کی قدر نہیں کی لیکن کیمونسٹ پارٹی آف چائنا اُن کو سردار عطا اللہ مینگل کی حیثیت کا اُن کو سردار عطا اللہ مینگل کی اہمیت کا اُن کو سردار عطا اللہ مینگل کی نظریات کا جو ہے۔ انہوں نے قدر کیا۔ انہوں نے ایک تعزیتی لیٹر جو ہے۔ وہ ہماری پارٹی کو تو لکھ دیا لیکن افسوس کہ آج ہم نے اُس کی قدر نہیں کی آج ہم نے کی اہمیت کو نہیں سمجھا لیکن میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہوں گا ایک دن آئے گا لوگ روئیں گے سردار عطا اللہ مینگل کیلئے، لوگ روئیں گے اُس کی جدوجہد کیلئے، لوگ روئیں گے اُن کے نظریات کیلئے اور لوگ افسوس کریں گے۔ لیکن اُس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ اُس وقت سردار عطا اللہ مینگل اُن کے درمیان نہیں ہوگا۔ میں اُن الفاظ کے ساتھ ایک دفعہ پھر میں مذمت کرتا ہوں پاکستان کی میڈیا کی اور اُن کی معتصبا نہ رؤی کی کہ آج اتنے عظیم شخصیت بلوچستان کی میں سمجھتا ہوں پاکستان کی ایک عظیم ترین لیڈر شپ وہ اس دنیا سے رحلت کر گئی لیکن اُن کے حوالے سے نہ کوئی پروگرام کسی ٹوپی وی چیلدر میں چلانہ اُن کا وہ جائز مقام دیا گیا اور آج بھی آپ دیکھ لیں آکے آپ کے گلری میں کوئی میڈیا یا والانہیں آیا ہے۔ اُن کو پتہ تھا کہ آج سردار عطا اللہ مینگل کے حوالے سے یہاں پر ایک تعزیتی قرارداد آرہی ہے۔ یا تو یہ بیچارے خود اتنے بے حس ہو چکے ہیں یا تو پھر کسی طرف سے اُن کو اشارہ تھا کہ آج آپ نے اسمبلی نہیں جانا ہے۔ جن کی طرف سے اشارہ تھا میں پھر اُن کی مذمت کروں گا۔ اگر سردار عطا اللہ مینگل کے نظریات کو سردار عطا اللہ مینگل کے فکر اور فلسفے کو سمجھا جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ آج مالکی ڈیم والا واقعہ نہیں ہوتا۔ آج پنجگور میں جوابی تھوڑی دیر پہلے اسد بلوچ صاحب جو فرمار ہے تھے۔ آئے دن پنجگور میں لاشیں نہیں گرتی۔ آج فور سزا اور بلوچستان کے عوام کے درمیان جو نفرت کی ایک فضاء ہے آج وہ فضاء نہیں ہوئی۔

بیشک ہمارے دوست یہاں پر بیٹھ کے پروگرام کر لیں کچھ بھی کر لیں کوئی بھی تاثر دینے کی کوشش کر لیں، ان سے لوگوں کا اس حقیقت کو آپ نہیں چھپا سکتے۔ آپ سورج کو انگلی سے چھپانے کی کوشش بندر کر دیں۔ سورج انگلی سے نہ چھپے گی نہ چھپ سکے گی۔ حقیقت جو ہے وہ حقیقت ہے وہ روزِ روشن کی طرح عیا ہے۔ جیسا کہ آج جو یہاں پر بیٹھ کے بلوچستان کو پہنچیں کیا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اپنی تقاریر میں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بلوچستان اس وقت بھی جل رہا ہے۔ بلوچستان آج بھی تکلیف میں ہے بلوچستان میں آج بھی کسی کو اس حکومت پر انتہائی مشتمل پر کسی پر اعتبار باقی نہیں رہا ہے۔ اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ درنہیں ہوئی ہے، اب بھی اگر ہم سردار عطاء اللہ مینگل کے اس کے نظریہ، سوچ اور اس فکر کو لیکر آگے چلیں گے شاید حالات کچھ بہتری کی طرف چلے جائیں۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔

**جناب چیئرمین:** شکریہ اختر حسین لانگو صاحب۔ جی نوابزادہ گہر ام گنڈی صاحب۔

**نوابزادہ گہر ام گنڈی (وزیر بلدیات):** شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ سب سے پہلے تو یہ جمہوری وطن پارٹی کی طرف سے اس قرارداد کی میں حمایت کرتا ہوں۔ اور یہ جو واقعہ ہوا ہے اس میں اور میرے قوم کی طرف سے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سردار صاحب کو جنت الفردوس میں اونچا مقام دے۔ لیکن ایک اور چیز یہاں بہت سے ساتھی بہت سی چیزیں انہوں نے بیان کی ہیں سردار عطاء اللہ مینگل کی زندگی پر رoshni ڈالی ہے لیکن ایک اور ضروری بات بھی تھی، وہ بھی میں بیان کروں کہ سردار صاحب جب سے پاکستان بنتا ہے، ہمیشہ ان کو کبھی جیلوں میں کبھی جلاوطنی میں انہوں نے اپنی زندگی کاٹی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے اصول کبھی نہیں تھوڑے۔ ان کا اصول ہمیشہ یہی رہا ہے کہ بلوچستان میں رہنے والوں کو ان کا حق اور حقوق ملیں۔ کیونکہ جب یہ سارے بزرگ ایک زمانے میں میرے دادا ہو گئے، سردار صاحب ہو گئے، نواب خیرخشن مری ہو گئے یہ سب ایک ساتھ ہی انہوں نے یہ سوچ اور فکر سے جب انہوں نے پارٹی بنائے تھے، یہی جدوجہد کرتے گئے اور یہی جدوجہد آخري دم تک یہ چلاتے گئے اور اس کی گواہی میں خود اپنی طرف سے ایک بات ضرور بولنا چاہتا ہوں کہ 2006ء میں جب واقعہ ہوا تھا جس وقت نواب اکبر گنڈی کو شہید کیا گیا تھا یہی پارٹی سردار صاحب کی پارٹی نے جتنے ان کے ساتھی پارٹیمیں میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے استغفار دیے۔ وہ استغفار لئے دیئے کہ اپنے اصولوں پر یہ ڈٹے رہے۔ کسی سے ڈرنہیں رہے تھے۔ اس وقت بہت سی دھمکیاں، بہت سی جلاوطنی کی دھمکیاں ملتی تھیں اس زمانے میں جس طریقے سے حالات چل رہے تھے بلوچستان میں وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ لیکن بھر بھی انہوں نے بے خوف کسی سے ڈرنے کے علاوہ ان لوگوں نے اسمبلی چھوڑ دی وہ چیز ہمیں ضرور

یاد ہے۔ اور یہاں جتنے ساتھی بول رہے ہیں کہ جی ایک درخت کا سایہ بلوچستان سے چلا گیا ہے لیکن یہ ضرور بولنا چاہتا ہوں کہ وہ سونج جوانہوں نے نوجوانوں میں ایک تیج بولیا ہے۔ جس کے لئے آج تک بلوچستان میں رہنے والے بلوچ ہوچا ہے پشتوں ہو، چاہے ہزارہ ہو چاہے سیلرز ہو جو یہاں رہتے ہیں وہ اپنے حق کیلئے آواز اٹھا رہے ہیں۔ اور قانون اور آئین کے اندر رہتے ہوئے وہ حق کی ڈیماڈ کر رہے ہیں آپ خود دیکھیں یہ بڑے بزرگوں کی محنت اور جدوجہد سے آج این ایف سی ایوارڈ میں ہم لوگوں کو مل چکا ہے۔ آج ہم گوادر کے لئے آواز اٹھاتے ہیں کہ جی جو ہمارے right ہیں وہ ہمیں ملے ہیں۔ لیکن میں دعا گوں ہوں کہ جتنے ہمارے سیاستدان ادھر بیٹھے ہوئے ہیں جو مزیدور کر رہے ہیں۔ وہ ہمیں نقش قدم پر چلتے جائیں اپنے حق اور حقوق کے لئے آواز اٹھائیں آئینیں دائرے کے اندر اپنے حق کے لئے جدوجہد کریں۔ اور زیادہ بات نہیں بولوں گا جی لیکن میں اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے سردار صاحب کے پورے خاندان اور ان کی پارٹی کے ساتھ اس دکھ میں بالکل شریک ہیں۔ لیکن جانا سب کو ہوتا ہے لیکن ہماری دعائیں یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بڑے مقام دے۔ آمین

**جناب چیئرمین:** بہت شکر یہ نوابزادہ صاحب۔ جی ظہور بلیدی صاحب۔

**میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ):** شکر یہ جناب چیئرمین! ہمارے جتنے بھی اراکین اسمبلی نے جو سردار عطاء اللہ خان کے بارے میں باقی کیں، اب میں زیادہ بات نہیں کروں گا لیکن یہ ضرور کروں گا کہ اس دنیا میں اربوں انسان ہیں اور اربوں انسان فوت ہو چکے ہیں۔ لیکن تاریخ صرف کچھ لوگوں کو یاد کرتی ہے۔ عہد ساز صرف کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ اور تاریخ صرف کچھ لوگوں کے بارے میں لکھتی ہیں۔ سردار صاحب اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک عہد ساز شخصیت ہیں۔ اور جنہوں نے پوری زندگی اصولوں پر گزاری۔ سیاسی جدوجہد کئے اور اس ملک کے معمترین سیاستدان تھے۔ جنہوں نے 18 سال کی عمر میں یہ ملک بننے دیکھا۔ اور بلوچستان کی پہلی نمائندگی انہوں نے قومی اسمبلی میں کی۔ بلوچستان کے لوگوں کی آواز بننے ان کے حقوق کی بات کی۔ ان کی پسمندگی کے بارے میں بات کی ان کے لئے سیاسی اور معاشری حقوق کی جدوجہد کی۔ سردار صاحب نیشنل عوای پارٹی کے سرکردارہ رہنماؤں میں تھے۔ جنہوں نے 1973 کے آئین کی منظوری دی 1973ء میں متفقہ ڈاونٹس کو جس پر تمام سیاسی پارٹیاں متفق تھیں اس کو منظور کیا اور پہلی دفعہ اس ملک کو ایک متفقہ آئین ملا۔ جس میں ملک کے تمام ادارے بننے ہوئے ہیں، اور تمام ادارے چل رہے ہیں جس میں پارلیمنٹ ہو۔ جس میں پاک فوج ہو جس میں باقی جتنے بھی ادارے ہیں جس کے تحت یہ ملک قائم ہے اور اس کے بعد پہلے وزیر اعلیٰ بھی رہے، بحیثیت

وزیر اعلیٰ انہوں نے صوبے کے لئے بہت اچھے کام کئے۔ ان کو دہرانے کی مزید ضرورت نہیں ہے۔ اور جو صوبہ بنا اس میں بھی ان کا ایک کلیدی کردار رہا ہے۔ انہوں نے جدوجہد کی باقی اکابرین کے ساتھ جس میں نواب بگٹی صاحب، میر غوث بخش مری، عبدالصمد خان اچنڑی صاحب، نواب خیر بخش مری ان کے ساتھ مل کر جدوجہد کی اور یہ صوبہ بلوچستان بنا۔ جس میں اور یہ حکومت بنی اسمبلی معروض وجود میں آئی۔ یہ نمائندگی لوگوں کو ملی اور اس کے بعد پھر وہ کبھی خود انہوں نے نہ اسمبلی کا ایکشن اٹرا اور نہ ہی کسی اور عہدہ پر آئے۔ بیٹک وہ بہت سے لوگوں کی امیدیں ہیں گو کہ ان پلیٹیکل اپنی لائن تھی۔ اپنی سوچ تھی اور ان کی لائن کو سوچ کو مانے والے بہت سے لوگ ہیں اور جو آج ان کی رحلت ہوئی ہے نہ صرف ایک انسان کی رحلت ہوئی ہے بلکہ عہد ایک باب بند ہوا۔ اور ان کی سوچ اور ان کی فکر اور ان کی شخصیت کو ہمیشہ یاد کھا جائیگا۔ میں ان کے خاندان کے ساتھ ان کی پارٹی کے ساتھ اور ان کی متفق سوچ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کے ساتھ میں اظہار ہمدردی کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت نصیب کرے اور لوحقین کو صبر کی توفیق عطا کرے اور ان کی سیاسی پارٹی کے جتنے بھی ورکرز ہیں، جتنے بھی لیڈر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ صبر عطا کرے۔

**جناب چیئرمین:** جی مکھی شام لال لاسی صاحب۔

**جناب مکھی شام لال لاسی:** شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ سردار عطاء اللہ صاحب ایک عظیم لیڈر تھے اس کی خلاء میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کبھی پُر ہو سکے وہ ایک ایسی مثال تھے جن کی یادیں ہمیشہ زندگی بھر رہیں گی سائیں نے کہا تھا کہ اردو اور انگریزی میں اس پر تھے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ لسیلہ آتے تھے تو لاسی زبان ایسے روائی سے بولتے تھے کہ لسیلہ کے لوگ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے میں اپنی طرف سے اپنی ہندو برادری لسیلہ کی طرف سے ہندو برادری کر سچن براذری بلوچستان کی تمام اقلیت براذریوں کی طرف سے اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں اور انکے خاندان اور اس پارٹی کے ساتھ اس دھکی گھڑی میں برابر کا شریک ہوں، بہت افسوس ہے کہ ایسی عظیم ہستی آج ہم لوگوں کے ساتھ نہیں ہے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور میری دعا ہے کہ اس پارٹی کو سردار اختر کو اللہ پاک توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کے ہمیشہ ان کے نام کو روشن کریں

Thank you

**جناب چیئرمین:** شکریہ۔ جی میر سعیم احمد کھوہ صاحب۔

**میر سعیم احمد کھوہ (وزیر مال):** جناب چیئرمین صاحب! آج جس شخصیت کے بارے میں اس ایوان میں بات ہو رہی ہے میں اپنے طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ یہ وہ شخصیت ہیں ان کے لئے بولنے کے لئے بھی ہمیں پہلے تاریخ

میں جانا پڑتا ہے بہت چیزیں سیکھنے کے بعد پھر اس شخصیت کے بارے میں کچھ بولنے کے ہم قبل شاید ہو سکیں یہ ان میں سے ایک تھے، بلوچستان کے وہ شروع کے دن جب یہ جدو جہد اسلام آباد کے ساتھ شروع ہوئی جن میں ہمارے بلوچ اکابرین نواب اکبر خان بگٹی نواب مری، سردار مینگل صاحب، بزنجوا صاحب، صدراچنڈی صاحب انکی بہت بڑی شرکت ہے اس صوبے کے لئے ایک بہت بڑی جدو جہد ہے شاید ہم اپنے الفاظ میں ان کو نہ خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں نہ انکی جو قربانیاں ہیں جو انہوں نے ان دونوں میں اس جدو جہد میں جو اسلام آباد کے ساتھ fight کیا اس صوبے کے عوام کے لئے ایک تاریخ کا حصہ ہے یہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا سردار عطاء اللہ مینگل لڑکپن میں ہی میں سمجھتا ہوں کہ شاید بچپن میں ہی اس کے اندر ایک احساس موجود تھا۔ اس صوبے کے لئے صوبے کے عوام کے لئے چاہے بلوچ ہوں چاہے پشتون ہوں ہم نے جو اس کی history دیکھی ہے، چاہے سیپلرز ہوں چاہے ہزارہ کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے اشخاص ہوں ان سب کے لئے وہ ایک آواز تھے انکی ایک بہت بڑی جدو جہد ہے ایک بہت بڑی شرکت ہے۔ جس طرح شروع میں میں نے کہا کہ ہم ایسی شخصیات کے اوپر بول ہی نہیں سکتے ہیں ہمارے پاس وہ الفاظ ہی نہیں ہیں کہ انکی جدو جہد جو اس صوبے کے لئے رہی ہے۔ سردار عطاء اللہ مینگل ایک ایسی شخصیت تھے میں سمجھتا ہوں کہ وہ شاید بی این پی مینگل کے لیڈر نہیں تھے بلوچستان میں رہنے والے ہر شخص جو اس صوبے میں رہتا ہے وہ انکے لیڈر تھے کیونکہ وہ ہر شخص کے لئے لڑنے والے ایک عہد تھے انہوں نے ہمیشہ جدو جہد کی اور بڑی بات جو ہم نے سردار صاحب میں دیکھی جو ہمیں نظر آئی اپنے ناقص سوچ کے مطابق کبھی ان کو اقتدار کی بھی بھوک نہیں رہی کبھی اقتدار کا لاچ نہیں رہا وہ ایک دفعہ شاید ان ایوانوں میں آئے اسکے بعد ان ایوانوں کی طرف انہوں نے رخ بھی نہیں کیا لیکن جدو جہد اس آخری عمر میں بھی شاید ہسپتال میں بھی جب وہ داخل تھے تو انکی جو سوچ تھی جو فکر تھی اس صوبے کے عوام کے ساتھ تھی یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس طرح کے لوگ میں کہتا ہوں کہ صدیوں میں پیدا ہوتے شاید پیدا ہی نہ ہوں اس صوبے میں اس ملک میں اس طرح کے لوگ ہمارے دوستوں نے کہا کہ جی اُن کو۔۔۔

(خاموشی۔ اذان عشاء)

**وزیر مال:** جناب چیئرمین صاحب! ہمارے دوستوں نے تھوڑی دیر پہلے یہ کہا کہ ان کو اس طرح کی کورٹج نہیں دی گئی چینز میں جوان کو دینا چاہئے تھا میں یہ گزارش کروں گا کہ سردار مینگل صاحب ان چینز کے ان چیزوں کے محتاج نہیں تھے وہ بہت بڑی شخصیت تھے جو شخص ان کو جانتا ہے اس کی جدو جہد کو جانتا ہے وہ ان چیزوں میں کھی بھی مائل نہیں ہو گا کہ ہمیں یہاں ان چیزوں سے دکھایا جائے گا پھر سردار صاحب سے وہ اپنی محبت

کا اظہار کریں گے۔ سردار صاحب جیسی شخصیت یا جتنے بھی ہمارے بلوج اکابرین اس صوبے میں گزرے ہیں جن کی جدوجہد ہے وہ یہاں کے لوگوں کی روحوں میں ان کے خون میں رچ لے ہوئے ہیں ان کو نہ میں نکال سکتا ہوں نہ آپ نکال سکتے ہیں نہ کوئی اور نکال سکتا ہے بلوجستان ضرور بدلا ہے اسلام آباد کی سوچ بھی بدلتی ہے آج کافی چیزیں وہ نہیں رہی ہیں وہ وجہ انکی یہی ہے کہ انکی جدوجہداگی قربانیوں کے صلے کے بعد آج یہ صوبہ چلنچ ہو رہا ہے آج ڈولپمنٹ کی طرف جا رہے ہیں آج ہمیں این الیف سی ایوارڈ ملا ہے آج ہمارا این الیف سی ایوارڈ میں شیئر بڑھا ہے صوبے کا ہمارے اکابرین کی جدوجہد کی وجہ سے اس کا سہرا انہی کو جاتا ہے۔ جناب چیئرمین سردار صاحب کے اوپر اگر کوئی شخص بولنا چاہے تو گھنٹوں بول سکتا ہے۔ لیکن یہاں کافی باتیں ہو چکی ہیں میں آخر میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس قرارداد کو پورے ایوان کی طرف سے منظور کیا جائے اور میں آخر میں بی این پی مینگل اور سردار اختر مینگل صاحب اور انکی پارٹی اور اس صوبے میں جتنے شخص جو انکی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے ہیں لیکن انکے ساتھ محبت رکھتے ہیں سردار عطاء اللہ کے ساتھ ہم انکے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک ان کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔

**جناب چیئرمین:** شکر یہ سلیمان صاحب۔ جی احمد نواز صاحب۔

**میر احمد نواز بلوج:** جناب چیئرمین! زمانہ طالب علمی سے لے کر آج تک ہم نے جو BSO کے Platform سے اُن کی جو باتیں تھیں یا آج ہم BNP میں ہیں، یا جتنے بھی یہاں سیاسی کارکنوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، کیوں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسے Good Gifts ان کی شکل میں دی اور ان کی اس سچائی کی وجہ سے آج باہر کے ملکوں سے اُن کے لیے تعزیت کے پیغامات آرہے ہیں۔ کل میں سردار صاحب کے ساتھ بیٹھا تھا وہ میں، رات 9 بجے کے قریب میرے فون پر ring آئی، سرکاری نمبر تھا میں نے اٹھایا تو وہ افغان کونسلیٹ کے نمائندے تھے کہ مجھے تعزیت کرنی ہے سردار اختر مینگل سے بات ہو سکتی ہے، میں نے کہا بات کیجیے میں ساتھ بیٹھا ہوں۔ تو انہوں نے جس انداز سے تعزیت کی تو انہوں نے کہا کہ ہم پشتونیں کریں گے سردار صاحب نے اسپیکر لگایا تھا تو سردار صاحب نے کہا کہ مجھے پشتونیں آتی، سمجھ آتی ہے آپ بولیں میں جواب دوں گا۔ آج جیسے اختر حسین نے کہا یا شاء بھائی نے یا زیرے نے یا نوابزادہ نے، آج ایک قومی ہیرو، ظاہر ہے میرے لیے یا اس دھرتی کے لیے جو بھی اُسے سمجھتا ہے اُس کی سیاست کو، اُس کی اُس سچائی کو، اُس کی اُس vision کو، اُنہوں نے افغان کونسلیٹ نے تعزیت کی ایسے ہی چیزیں کی طرف سے جو کمیونسٹ پارٹی ہے اُس کی طرف سے جو آئے ہیں، باقی ملکوں کی طرف سے جو ہمیں تعزیتی مارسلے آرہے ہیں پارٹی کی طرف، وہ ہم وقتاً letter

فوقاً پنی پارٹی کی طرف سے publish کریں گے، میرے کہنے کا مقصد کہ سردار صاحب کی اُس سیاست جو 91ء میں جب نواب خیر بخش مری ایئر پورٹ پر آرہے تھے جلاوطنی ترک کر کے تو BSO کی طرف سے مجھے سردار صاحب کی اُس squad میں ڈالا گیا تھا جو اُس کی وہاں اُس کے ساتھ رہنا تھا اور اُسے گھر تک لانا تھا، اور میں خوش قسمت ہوں کہ ہسپتال میں بھی آخری لمحات میں بھی مجھ جیسا کارکن وہاں اُس کے اوپر کھڑے تھا۔ یا ان کی فیملی ممبران جو اُس کے ساتھ تھے تو ہم بھی جتنے بھی ہمارے سیاسی دوست، ہم اُس کے ساتھ دن رات اُس ہسپتال میں تھے۔ چونکہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے وہ ہم سب کو منظور ہوتا ہے، انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ فانی بھی ہو جائے گا، ہمیں اللہ کی، ظاہر ہے وہ 1929ء میں پیدا ہوئے، آج 2021ء میں ان کا تذکرہ ہو رہا ہے، ان کی جو خوبیاں تھیں، ان کا جو vision تھا، جناب چیئرمین، جب ان کی جسد خاکی کو ہم وڈھ کی طرف لا رہے تھے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اُس قافلے میں خواتین بھی شرکت کر رہی تھیں، مزدور بھی تھے، دہکان بھی تھے، اُس میں سائیکل اور موٹرسائیکل والے بھی شامل تھے، جب ہم وڈھ کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے، باپر دہ خواتین وہاں روڈوں پر کھڑی تھیں۔ جناب چیئرمین! اس دن چار دنوں میں ہم نے ہر طبقہ فکر کو اُس کی تعزیت کے لیے دیکھا، انکے جنازے میں آپ خود موجود تھے جناب چیئرمین، کہ وڈھ شہر جیسے چھوٹے سے شہر کئی گھنٹے وہاں روڈ بند تھا۔ یہ لوگ کہاں سے آئے، یہ short notice میں یہ بلوجستان کے دور دراز علاقوں سے پنجاب سے، سندھ سے، کراچی سے لوگ آئے، اندر ورنہ بلوجستان سے لوگ آئے کچھایے بھی لوگ تھے جورات گئے پہنچ۔ کہ ہم جنازے کے لیے آرہے تھے ہم late ہو گئے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے دوستوں نے باقی تمام چیزیں discuss کیں، جو شاء بلوج صاحب نے اُس کے 9 میں 3 دن کی جو progress تھی وہ بیان کی جناب چیئرمین، آپ دیکھتے ہیں کہ 1962ء میں بھی وہ جب بنگال اور پاکستان ایک تھے تو وہ مشرقی بنگال کی جو اسمبلی میں انہوں نے جو خطاب کیا تھا وہ خطاب اور آج کے دن میں میرے خیال کوئی فرق نہیں، اگر ہمیں کوئی اپنانہیں سمجھ رہا، اُس دن کے الفاظ ہیں جو اُس نے اُس اسمبلی میں کہا، اُس ظاہر بھی وہ اُنہی کے مہینے میں، میں نے جناب چیئرمین! کہا تھا کہ دھماکے جہاں بھی ہوں چھاپ، سریاب، مستونگ میں دھماکہ ہوا۔ چند دن پہلے یہ ہمیں افسوس ہے ہم نہ مت بھی کرتے ہیں، مگر چھاپے میرے علاقے کلی قبرانی میں پڑتے ہیں جناب چیئرمین! ابھی بھی وہاں سے، اُس دن بھی میں نے اسی فلور پر کہا تھا اگست میں کہ پھرو، ہی دھماکے جہاں بھی ہوں چاہے طالبان کریں چاہے جو بھی کرے اُٹھاتے ہیں ہمارے سریاب والوں کو، ابھی بھی جتنے

بھی واقعات تھے ہم ظاہر ہے وڈھ میں تھے ہمیں اطلاع پہنچی کہ ہمارے علاقے سے کچھ نوجوانوں کو اٹھایا گیا ہے، پھر اسی حسیہ قمرانی کے عزیز، قریبوں کو اٹھایا گیا ہے، اُس دن بھی میں نے اسی فلور پر کہا تھا کہ حسیہ قمرانی کے لیے خوشی وہی ایک مہینہ یاد و مہینے ہیں اُس کے بعد پھر وہ روڈ پر نکلیں گے پھر اپنے بھائیوں کے لیے، منصور قمرانی اور کچھ اور ایسے دوستوں کو پھر 16 سال 18 سال 19 سال کے لڑکوں کو اٹھایا گیا۔ جناب چیئرمین!

1962ء میں جب سردار عطاء اللہ مینگل اپنی speeches میں قلی کیمپ کا بیان کرتا ہے، آج ہم بھی اس قلی کیمپ کا بیان اسی فلور پر کر رہے ہیں کہ ہمارے missing persons اُن پر جو بھی case ہے آپ عدالتوں میں لے آئیں، آپ کی عدالتیں ہیں۔ 1973ء کا آئین جواہی ظہور صاحب نے کہا متفقہ طور پر جو منظور ہوا تھا جناب چیئرمین! تو سب چیزوں کو ملکر سب پارٹیوں نے اُس پر sign کیتے تھے، اُس میں یہ آپ کی judiciary بھی تھی۔ تو آج آپ اپنی judiciary کو کیوں اہمیت نہیں دیتے۔ جناب چیئرمین!

میں مختصر کرتا جاؤں 1972ء میں جب پہلے وزیر اعلیٰ منتخب ہوتے ہیں جناب سردار صاحب، حلف اٹھاتے ہیں اُس کی حکومت نو ماہ تین دن میں ختم کی جاتی ہے، جن اکابرین کے ساتھ ان کی سیاست ہوتی ہے شہید نواب اکبر خان بگٹی، میر غوث بخش بنجوا صاحب، میر نور خان نصیر، سردار شیر باز خان مزاری صاحب، نواب خیر بخش مری، خان عبدالصمد خان، شیر و مری، ایسے بہت سے اکابرین ہیں جو ان کے اُس دور کے اکابرین جو بلوجستان اور اس ملک کے لیے۔ جب وزیر اعلیٰ بنیتے ہیں تو انہوں نے قبائلی جو سٹم ہے سرداری سٹم ہے اُن کے لیے جو قرارداد منظور کرواتے ہیں وہ پہلے وزیر اعلیٰ جو پہلے بھی اس چیز کا ذکر ہوا، چونکہ میں نے پہلے note کیا تھا تو وہ اُس چیز کو ختم کرنے کے لیے قرارداد میں منظور کرتے ہیں۔ یہاں وزیر اعلیٰ ہوتے ہی انہوں نے اُس دور میں NAP کی گورنمنٹ میں جو یہاں ہم سیلر، سیلر کرتے ہیں، پہلے قرارداد وہ لاتے ہیں کہ ہم انہیں لوکل کرتے ہیں، اُسی کی مخالفت کون کرتا ہے، ایک سیلر خود سیف اللہ پر اچھا اُس قرارداد کی مخالفت کرتے ہیں جناب چیئرمین! یہ ایک تاریخی چیز ہے۔ پھر اگر آئینی مدت اُس کی پوری ہوتی جناب چیئرمین! تو وہ آئینی مدت میں انہوں نے میڈیا کی آزادی کی بات کی تھی۔ جناب چیئرمین! جو آج کل میڈیا آزاد نہیں ہے، ہمیں شکایت ہے جیسے اختر حسین نے کہا، آج بھی اس عظیم ہیرو کے لیے ہم یہاں بیان کر رہے ہیں آپ کی گلیری میں کوئی بھی ایک نیوز چینل یہاں موجود نہیں ہے۔ پاکستان اور اُس کی سلامتی کے لیے جو آئین بنا یا گیا تھا جناب چیئرمین! پاکستان صرف جمہوریت سے نہیں چل سکتا، پاکستان میں جمہوریت اُس وقت چل سکتی ہے، جمہوریت میں جب غیر سیاسی قوتوں کی مداخلت نہ ہو۔ یہ اُس نام کی اُس کی باقی میں ہیں جناب چیئرمین! اگر پاکستان میں جمہوریت کو چلانا ہے

تو جمہوریت میں غیر سیاسی قوتوں کی مداخلت بند ہونی چاہیے۔ جناب چیئرمین! سردار صاحب کے vision میں جو جتنی بھی باتیں آج اس ایوان میں ہوئیں وہ ترقی پسند انسان تھے، وہ نظریاتی انسان تھے، وہ اس ملک کو اور اس صوبے کو آگے لے جانا چاہتے تھے، جناب چیئرمین! ظاہر ہے وہ ایک قوی ہیرودی طرح جو ایک vision ہوتا ہے اُن کو لے کر آگے چلتے تھے۔ دو دفعہ وہ اسمبلیوں میں آئے، ایک دفعہ وہ قومی اسمبلی میں تھے اور دوسری دفعہ وہ صوبائی اسمبلی میں وزیر اعلیٰ رہے، اُس کے بعد انہوں نے اپنی قوم کے لیے دن رات ایک کر کے جدوجہد کی مگر وہ اسمبلیوں کی طرف نہیں آئے، جو اُن کے سیاسی ظاہر ہے ہم اُس کے سیاسی followers ہیں، ہم اُس جدوجہد کو آگے لیتے ہوئے آج اس فورم پر کھڑے ہیں، خصوصاً میں اُن کا مشکلور ہوں، ظاہر ہے میں اور اختر حسین ہم کچھ ایسے دوست ہیں جو ان کو قریب سے جانتے ہیں، کیوں کہ ہم اُن سے سیکھنے کے لیے جاتے تھے، ہم اُن سے سیاست سیکھنے جاتے تھے، ہم جب اُس کے قریب پہنچتے تھے تو وہ اُن کی جو باقی ہوتی تھیں وہ ایسے نہیں کہ کسی گھر کے لیے یا کسی محلے کے لیے وہ ایک vision تھا وہ پورے خطے کے لیے بات کرتے تھے، وہ ایران کیلئے بات کرتے تھے وہ افغانستان کیلئے بات کرتے تھے وہ بنگال کیلئے بات کرتے تھے وہ جتنے بھی جہاں بھی ملکوم اقوام تھے جیسے دوستوں نے کہا سندھی، بلوج، پشتون سردار صاحب نے 1985 میں جو انہوں نے تقریر کی اُس کے بعد جب پونم انہوں نے بنائی تو پھر وہی گلدستہ انہوں نے ساختی کو دی۔ پھر وہ گلدستہ انہوں نے خان صاحب کو handover کی میزان چوک پر مجھے یاد ہے اُس کی آخری تقریب تھی تو اُس میں اُس نے چیئرمین شپ خان محمود خان صاحب کے سپردی کی۔ اُس کے علاوہ جناب چیئرمین! کچھ دنوں سے جو ہم وہاں تعزیت کیلئے بیٹھے ہیں اور مختلف سیاسی لیڈران جب وہاں تشریف لے آرے ہیں وہ پہلے تعزیت کیلئے نہیں آرہے تھے، وہ پہلے جا کر قبر پر فتحہ پڑھ کر پھر تعزیت کرنے آتے ہیں۔ پھر history پوچھتے ہیں کہ سردار صاحب نے اپنے خاندانی قبرستان کو کیوں choose نہیں کیا؟ سردار صاحب نے اُس مقام کو کیوں منتخب کیا کہ میرے، اُس نے وصیت کی تھی کہ میں جب میری رحلت ہو جائے تو میری قبر جو خان جو وہاں ایک علاقہ ہے لوئی، لوئی کے مقام پر میری جست خاکی کو دفنایا جائے۔ وہاں ایک زیتون کا درخت ہے جس کو ہم براہوی میں کہتے ہیں خت، اُس کی عمر میرے خیال چار سو، پانچ سو سال، کل مشر محمود خان صاحب وہاں آئے تھے تو میں اُسے لے گیا وہاں قبر پر تو اُس نے کہا کہ میں نے پڑھا ہے اور وہ درخت پر گئے اور درخت کے ساتھ جو ظاہر ہے وہ بھی ہمارے لیڈر ہیں تو اُس نے کہا کہ اس درخت کی عمر چار سو پانچ سو سال ہے، کیونکہ اس کی growth بہت کم ہے۔ تو اس سے اندازہ لگایا کہ وہ چار سو پانچ سو سال، جب نوری نصیر خان اپنا اشکر لیکر آتا

اسی مقام پر وہاں بلوجستان کے مختلف قبائل کے جرگے ہوتے تھے اور اُسی پر وہ اپنا، نوری نصیر خان کا ایک طریقہ انتظامیہ شہروں میں جہاں ہمارے گداں ہوتے تھے یا ہمارے جو چرواہے جہاں رہتے تھے انکے نشانات رہ جاتے ہیں گدانوں پر وہ وہاں رہائش نہیں کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ بخبر زمینوں کو منتخب کرتے تھے کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ انکا ایک وہ تحاک کہ یہاں ہماری خواتین اور بچے بیٹھے ہوں میں یہاں اپنا پڑاو نہیں کروں گا، ہم وہ بخبر علاقے کو۔ کیوں کہ کل بھی وہاں ایک عالم نے بھی بیان کیا جناب چیئرمین! اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ غیرت مند انسان کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ سردار صاحب کا وہ کردار کسی ایسی صحافت کی دُنیا میں لوگوں نے ان سے رابطے کئے کہ اپنی بائیوگرافی آپ لکھیں تو سردار صاحب نے معدودت کی تھی جناب چیئرمین! کہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولا جاتا اور بائیوگرافی میں جھوٹ بولا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بولتے سچ بولتے، اسمبلی forum پر ہوتے، جلسوں میں ہوتے، یا ملکی سطح پر غیر ملکی سطح پر وہ اپناوہ بیان جو وہ لڑکپن میں کرتے تھے جو 18 سال کی عمر سے لیکر بڑھا پے تک وہ آج جو ایک ہفتہ پہلے تک اُس نے اُس کی وہی سوچ تھی۔ تو میں آج اس فلور کی نسبت سے میدیا کی مکمل ہم مذمت کرتے ہیں بلوجستان نیشنل پارٹی کی طرف سے قائد تحریک سردار اختر جان کی طرف سے اس فلور کی نسبت آپ تمام اس قرارداد کی نسبت سے کہ اس عظیم ہیر کو انہوں نے وہ پذیرائی جیسے دوستوں نے کہا ہم جہاں سے انکو روکا گیا ہے آج بھی بھی دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی gallery خالی ہے ہم اس فلور کی نسبت سے آج انکی مذمت کرتے ہیں ہم اپنا احتجاجی جو مذمت لیٹر ہو گا وہ تمام الیکٹرانک میدیا تک ہم پہنچائیں گے جو جمہوری طریقہ کار ہے۔ جناب چیئرمین! میں آخر میں اپنے اس قومی ہیر کو اور اس حسین ہستی کو ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے سلوٹ کرتا ہوں اور اس کے بعد ایک شعر جوا کثر ہمارے جلسوں میں یا ہماری تحریکوں میں اس کو پڑھا جاتا ہے:

میری کارواں میں شامل کوئی کم نظر نہیں ہے

جونہ مٹ سکے دھن پر میرا ہم سفر نہیں ہے

بلوجستان زندہ آباد بلوجستان پا سندہ آباد۔

**جناب چیئرمین:** شکریہ احمد نواز بلوج صاحب! نائیٹ جانس آپ بھی بات کرنا چاہتے ہیں؟

**جناب نائیٹ جانس:** شکریہ چیئرمین صاحب! جن سیاسی جماعتوں نے قرارداد کی حمایت کی انکا میں شکریہ ادا کرتا ہوں BNP کے ایک ادنیٰ ورکر کی حیثیت سے اور سردار صاحب کے خاندان کے ساتھ مسح قوم اور اقلیت کی جانب سے میں ہمدری کرتا ہوں اور انکے خاندان کے ساتھ انکے غم میں ہم لوگ برابر کے شریک ہیں۔

انہائی افسوس کی بات ہے میرے ساتھیوں نے جو باتیں کیں میدیا کے حوالے سے، ریاست کے چارستون ہیں ایک موقع تھا یہ ایسا موقع تھا کہ جب غوث بخش بنو صاحب، نواب اکبر گٹھی صاحب، خیر بخش مری صاحب ہم میں نہیں ہیں گزر چکے ہیں۔ نواب گٹھی صاحب کو جس طرح انکی شہادت ہوئی انکو ایک lock کے ذریعے بند کر کے جو دفاتر یا گلیا۔ ریاست کے پاس اس وقت موقع تھا کہ وہ نصیحت کا پیغام دیتی، جیسے میں ایک نصیحت کرتا، اگر میں ان نشتوں پر بیٹھا ہوتا cabinet کا ممبر ہوتا تو میں اپنے CM سے یہی کہتا کہ ابھی کراچی میں ہیں، چلے جاؤ ابھی بھی موقع ہے انکی سانس چل رہی ہے۔ یہ time تھا کہ بلوچستان کا جو شہادتیں ہوتی ہیں جو ہماری پولیس پر اور FC پر جو دھماکے ہوتے ہیں جو انکی شہادتیں ہوتی ہیں۔ یہ کہنا میدیا میں یہ بہت آسان ہے کہ اس کے پیچھے بلوج قوم پرست یا پشتون قوم پرست ہے یادوسرے ملکوں کی ایجنسیاں ہیں۔ اگر آپ انکو نہیں گلے سے لگائیں گے، محبت نہیں کریں گے، تو ظاہر ہے وہ دوسرے ملک انہیں استعمال کریں گے۔ جب آپ کسی بھی جو ساتھ، ستر ہزار اس دشمنگردی کی جنگ میں لوگ مارے گئے ان سے محبت یا ان سے مذاکرات کرنا چاہتے ہو، انکو محبت کا پیغام دیتے ہو تو یہ آخری موقع تھا کہ آپ سردار عطاء اللہ مینگل کے پاس جاتے اور پورے بلوچستان کے لوگ اور بلوج قوم اور تمام ملکوم اقوام یہ سمجھتے کہ آپ کو اس ملک کا احساس ہے۔ آپ کو انسانیت کا احساس ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا وقت تھا جو انہوں نے ضائع کر دیا۔ اور کوئی ایسا شاید آئندہ لیڈرنگ ہو جو اس نفرت کو ختم کر سکیں۔ میں آج بھی آپ سب کے سامنے یہ کہتا ہوں کہ ایک کلام مقدس کے مطابق ہمسایہ ملک میں جو جنگ ہے اُس پر میں اکیلا جانا چاہتا ہوں تھا، اس لئے کہ پاکستان کی ان ماوں سے پوچھو جنہوں نے اپنے بچے قربان کر دیئے ہیں اس جنگ کی وجہ سے۔ میں اکیلا جاؤں گا امن کا جھنڈا لیکر، کوئی میرے ساتھ نہ جائے۔ میں یہ پیغام دیتا ہوں اور یہ 70 ہزار جنہوں نے شہادتیں کی ہیں انکو آپ ابھی تک گلے لگا رہے ہیں۔

**جناب چیئرمین:** پاکستان کی بات کریں۔

**جناب ٹائش جانسن:** نہیں پاکستان کی بات نہیں ہر بات کرنی ہے۔

**جناب چیئرمین:** یہ آپ افغانستان کی بات کر رہے ہیں؟

**جناب ٹائش جانسن:** اس کے لئے شہادتیں ہوئی ہیں۔ نہیں پاکستان کی بات تو ہوئی ہو گی نا۔ 70 سال سے جو ہمارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں اُنکے ساتھ ہم لوگ محبت کرتے ہیں۔ لیکن سردار عطاء اللہ مینگل کی جو محبت کیلئے آپ لوگ کراچی تک نہیں جاسکتے تھے؟ کراچی تک جاتے ایک تھوڑی جیسے زمی ہو جاتی لوگوں کے دلوں میں آپ محبت کرتے ہیں۔ کوئی نہیں جاتا میں میری زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جو یہہ بیٹھی ہیں، جو

معدور ہو جاتا ہے دھماکوں میں وہ تو کسی کا کام کا نہیں رہتا۔ جن کے گھروں میں شہادتیں ہوتی ہیں چیئرمین صاحب! آپ کی community میں شہادتیں ہوئیں۔ آپ میرے سے زیادہ اس کا درد رکھتے ہیں۔ کب تک ہم لوگ دل میں جلتے رہیں گے رات کو بستر میں سوتے ہوئے محسوس کرتے ہیں کہ ہم لوگ بے حس ہیں۔ ہمارے میں انسانیت نہیں ہے۔ آج تک یہ ساتھ ہمارا ملک ہے لیکن اُس کی ہمدردیاں دوسرے ملک کے ساتھ ہیں۔ کیوں، ہم لوگ اپنے ہمسائے کو اپنے ساتھ نہیں لاسکے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں جاؤں تو میرے ساتھ پشتوں رہنمای بھی ہوں، افغانستان میں جاؤں گا، کیوں نہیں جانا، مشکل ہے اگر محبت کا پیغام دینا ہے ان جنگوں کو ختم کرنا ہے۔ لصیحت کا پیغام ہی محبت ہے۔

**جناب چیئرمین:** جی subject پر آجائیں۔ ختم کر لیں۔

**جناب نائٹس جانسن:** subject یہی ہے کہ آپ نے وقت گزار دیا ہے ابھی بلوچ قوم کو بھی محبت کا پیغام دو، کون ہے جو ابھی اُن سے بات کرے گا۔ کوئی کسی کو مانتا نہیں ہے پہلے، ایک آدمی تھا بزرگ تھا ہمارا رہنمای تھا۔ اگر وہ تھا تو وہ ایک وقت تھا آپ کے پاس، آپ جاتے، اپنا پیغام لے کر جاتے۔ ایسے لوگوں کے پاس جانے کو تیار ہیں جو آپ کے 70 ہزار لوگوں کو مار کر بھی آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ معدرت ہے کوئی بات اگر کسی کے دل کو بری لگی ہے تو یہ اسمبلی ہے لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ سوچو۔ ورنہ یہ زیارت میں جو واقعہ ہوا میں ہمدردی رکھتا ہوں جن کے لوگوں کی شہادتیں ہوئیں۔ لیکن اگر وہ DC کو اس لیے دبایا جا رہا ہے کہ وہ اقلیت کا آدمی ہے وہ اصل میں میرا داماڈ ہے، ان سب کو نہیں پڑتا لیکن میں آپ کو آج بتاتا ہوں۔ میرے بڑے بھائی کا داماڈ ہے۔ تو میرا بھی داماڈ ہے۔ لیکن وہ اقلیت کا آدمی ہے۔ کتنی شہادتیں ہوتی ہیں، وہ اپنے فرائض اپنے طریقے سے انجام دے رہا ہے۔ اُس کا کام تھا ہم لوگ بہت برداشت کرتے ہیں لیکن بلوچستان ایک ایسا صوبہ ہے جہاں ہمارے ساتھ بہت اچھا روایہ ہے بلوچ قوم کا پشتوں قوم کا جس وجہ سے ہمارا بھی حوصلہ ہوتا ہے بات کرنے کا۔

**جناب چیئرمین:** بہت شکر یا آپ کا۔

**جناب نائٹس جانسن:** شکر یہ بھائی میری کوئی بات اگر آپ سب کو بری لگی تو اس میں معدرت نہیں کروں گا۔ میں نے دل سے بتیں کی ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ ریاست کا یہی time تھا کوئی گائے پانی میں گر جاتی ہے سارا دن میڈیا میں بریگنک نیوز چلتی ہے کہ ابھی اتنی اٹھ گئی ہے ابھی اتنا نکال دیا ہے۔ خدا کا واسطہ ہے علی گیلانی صاحب ہمارے لیے اُس کی شہادت ہمارے لیے، ہم اُن کا احترام کرتے ہیں وہ بھی عظیم لیدر تھے لیکن کیا سردار عطاء اللہ مینگل کے لیے میڈیا کی آنکھیں بند تھیں میڈیا سور ہاتھا۔ تاک شووالے سوائے ایک ٹوی وی

امنکر نے سردار عطاء اللہ مینگل کے متعلق بات کی۔ جن کے خاندان کے لیے بھی میں دعا کرتا ہوں کہ جو اس نے جرأت کی ڈاکٹر شاید حسین نے، GNN والے نے سوائے ایک آدمی نے بات کی۔ ورنہ سب ایسے تھے کہ جیسے میڈیا کو سانپ سوچ گیا ہے۔ ہم لوگ تو ہر وقت ان کے لیے کھڑے ہیں لیں بلی این پی تو ہمیشہ ہر کسی کے ساتھ کھڑی رہی۔ کیا کوئی بھی جو باہر آ کر احتجاج کرتا ہے۔ جس لوگوں میں ہم لوگ رہ رہے ہیں۔ پہلے بھی میں نے بتیں کیس کیا یہی دھرتی ہے جو اس کو لاچی لوگوں نے ناپاک کیا ہوا ہے۔

**جناب چیئرمین:** بس کر لیں قرارداد کی منظوری کی طرف جاتے ہیں۔ بہت شکر یہ آپ سب کا کہ آپ سب نے قرارداد پر منفصل تقریریں کیں۔

**جناب چیئرمین:** آیا مشترکہ تعزیتی / تہنیتی قرارداد کو منظور کی جائے؟

**جناب چیئرمین:** مشترکہ تعزیتی / تہنیتی قرارداد منظور ہوئی۔

**جناب چیئرمین:** بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ مینگل مرحوم کی صوبے کے لیے گراں قدر خدمات کے اعتراف میں آج کے اجنبی میں شامل باقی اسمبلی کی تمام کارروائی اگلی نشست کے لیے مؤخر کی جاتی ہے۔

**جناب چیئرمین:** اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعہ مورخہ 10 ستمبر 2021 بوقت سہ پہر چار بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلي کا اجلاس رات 08 بجکر 46 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

